ماہنامہ

المرشد

ستمبر
2008ء

الله
رسول
محمد

قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

جمہوری حکومت بھی عوامی توقعات پوری کرنے میں ناکام

تصوف کیا ھے؟

لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے، اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آثار صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

تصوف کیا نھیں؟

تصوف کے لئے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے نہ قبروں پر سجدہ کرنے، نہ ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرور کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

(اقتباس دلائل السلوک)

مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ المرشد

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ستمبر 2008ء شعبان/رمضان

جلد نمبر 30 شمارہ نمبر 2

مدیر

چوہدری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر: ضمیر حیدر

سرکولیشن منیجر: رانا جاوید احمد

کمپوزنگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 20 روپے

LRL # 41

فہرست

ادار یہ	محمد اسلم	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
ذکر الٰہی کی عظمت	امیر محمد اکرم اعوان	6
رمضان المبارک کی فضیلت	امیر محمد اکرم اعوان	12
اکرم التفاسیر	امیر محمد اکرم اعوان	20
نزول قرآن کا مقصد	امیر محمد اکرم اعوان	29
اعتکاف کا مقصد	امیر محمد اکرم اعوان	37
سوال و جواب	امیر محمد اکرم اعوان	42
سالانہ پروگرام	....	49
Importance of Bai, at (Oath of Allegiance)	امیر محمد اکرم اعوان	50-55

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ-یورپ	35-اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس-لاہور 042-6314365 ناشر- عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن آفس= ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ' ڈاکخانہ جوہر ٹاؤن' لاہور' فون 042-5182727

Web Site:- www.zikr-e-ilahi.com E-Mail:info@alikhwan.org.pk

رابطہ آفس=ماہنامہ المرشد اے۔ٹی۔ایم بلڈنگ' پل کوہاں' سمندری روڈ' فیصل آباد' فون 041-2668819 Mob: 0346-5207282

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

نبی اکرم ﷺ سے حصول برکات کا سلیقہ اور راستہ

آیت مبارکہ میں عموم ہے اگرچہ یہ بات کفار کے اوصاف میں فرمائی جا رہی ہے مگر جو بھی شخص یہ انداز اختیار کرے گا کہ وہ محض حصول دنیا کے لئے عمر کھپا دے اور کبھی یاد الٰہی یا اتباع رسالت پناہی کا خیال نہ آئے تو وہ بھی اسی وعید کا مستحق ٹھہرے گا اس کی روشنی میں مسلمانوں کا حال عہد حاضر میں دیکھا جائے تو یہ نظر آتا ہے کہ حکومتی اداروں کے سارے وسائل صرف اور صرف مادی تعلیم اور مادی فوائد کے حصول کا طریقہ سکھانے پہ لگے ہیں اور لوگ بھی اپنی پوری محنت و کوشش صرف دنیا کے حصول پہ لگائے بیٹھے ہیں حتیٰ کہ نعت بھی پڑھیں گے تو اس میں دنیا کی طلب ہوگی اور نعت لکھنے والا بھی نہ عملاً اطاعت گزار ہوگا اور نہ نعت میں اطاعت گزاری کی بات ہی کرے گا۔ الا ماشاء اللہ بلکہ ہندو شعراء کی نعتیں میں نے آج کے اکثر مسلمان شعراء سے بہتر پائیں۔ یہاں یہ نہ سمجھا جائے کہ دنیا کے علوم حاصل نہ کئے جائیں ضرور کیے جائیں مگر ساتھ دین بھی سیکھا جائے اور دین کے احکام کے تابع دنیا کمانا بھی دین ہے اور ہاں دین کو قربان کر کے اور دین کو رسوا کر کے دنیا کا حصول کافرانہ فعل ہی نہیں ایسا جرم بھی ہے جس کے سبب نبی علیہ السلام ایسے لوگوں سے رخ انور پھیر لیتے ہیں اور وہ دو عالم میں کہیں پناہ نہیں پاتا۔

بیٹھنے کون دے ہے پھر اس کو
جو تیرے آستاں سے اُٹھتا ہے

اداریہ

جمہوریت عوامی مسائل کی طرف متوجہ ہو!

۱۸اگست ۲۰۰۸ء کو جنرل (ر) پرویز مشرف کے ۸ سال اور ۱۰ ماہ پر محیط عہد اقتدار کا خاتمہ ہوا۔ ۱۲اکتوبر ۱۹۹۹ء کو جنرل مشرف نے ایک منتخب حکومت برطرف کر کے کرسی اقتدار پر قبضہ کیا تھا۔ ۱۲اکتوبر ۱۹۹۹ء سے لے کر ۱۸اگست ۲۰۰۸ء تک پاکستان کو بہت سے نشیب و فراز سے گزرنا پڑا ۔یہ عرصہ مجموعی طور پر ایک عہد پر آشوب تھا جس کی کڑواہٹ پاکستانی عوام ایک طویل عرصے تک محسوس کرتے رہیں گے۔ ابتدا پرویز مشرف نے معیشت کی بحالی اور کڑے احتساب کا وعدہ کیا لیکن جلد ہی یہ وعدہ وقت کی گرد میں بیٹھ گیا، معاشی بدحالی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا اور احتساب کے نام پر سیاسی بلیک میلنگ کا مکروہ دھندہ شروع ہو گیا۔ آج وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ پرویز مشرف کے انداز حکومت' پالیسیوں اور فیصلوں نے ملک وقوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جس کا خمیازہ پوری قوم کو ایک طویل عرصہ تک بھگتنا ہوگا۔

کافی پس وپیش کے بعد بالآخر ۱۸فروری ۲۰۰۸ء کو ملک میں عام انتخابات کا انعقاد ہوا' عوام الناس کو اپنی رائے کے اظہار کا موقع ملا تو انہوں نے کھل کر پرویز مشرف کی پالیسیوں کی مخالفت کی۔ حکومتی حمایت یافتہ جماعت کو شکست کا سامنا کرنا پڑا پرویز مشرف مخالف قوتیں بھاری مینڈیٹ کے ساتھ پارلیمنٹ پہنچیں اور ملکی تاریخ ایک نئے دور میں داخل ہوگئی پرویز مشرف نے اگرچہ کافی مزاحمت کی لیکن انتہائی نامساعد حالات' شدید ترین عوامی دباؤ اور سیاسی جماعتوں کے گٹھ جوڑ کے باعث پرویز مشرف کو صدارت کے عہدے سے مجبوراً استعفیٰ دینا پڑا۔

صدر کے استعفیٰ کو جمہوریت کی فتح قرار دیا گیا' ملک بھر میں مٹھائیاں تقسیم ہوئیں' جشن منایا گیا' مبارک بادیں وصول کی گئیں لیکن یہ سارا جوش وخروش وقتی اور جذباتی ثابت ہوا کیونکہ تلخ حقائق کے ناگ بدستور پھن پھیلائے کھڑے ہیں۔ خطرناک ترین بات یہ ہے کہ منتخب عوامی نمائندے اور سیاسی جماعتیں چھ ماہ کا عرصہ گزرنے کے باوجود عوام کو اُمید کی کوئی کرن دکھانے میں ناکام ہیں اور مسائل ہیں کہ بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں' یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ملک خداداد پاکستان مسائلستان بن چکا ہے۔ دہشتگردی کی آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس آگ کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال ناقابل بیان حد تک مخدوش ہے، امن وامان کا مسئلہ ہر آن الجھتا ہی چلا جا رہا ہے' اقتصادی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے' لوڈ شیڈنگ نے زندگی اجیرن بنا رکھی ہے' رشوت اور کرپشن کا بازار گرم ہے' انصاف خریدنا پڑتا ہے اور خریداری کے عمل میں عمر بیت جاتی ہے' غربت اور مہنگائی کے ستائے لوگ بچوں کو ساتھ لے کر ریل کی پٹڑی کا رخ کر رہے ہیں اور تازہ ترین اطلاعات یہ ہیں کہ مہنگائی کی ایک اور آدم خور لہر قریب تر پہنچ چکی ہے۔ مایوس کن بات یہ ہے کہ سیاستدان تادم تحریر سیاسی معاملات میں اس قدر اُلجھے ہوئے ہیں کہ انہیں عوامی مسائل کی طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں۔ ایک بار پھر الزام تراشی' مفاد پرستی اور شخصیت پرستی کا وہی پرانا کھیل دوبارہ شروع ہو چکا ہے اور قومی مفادات کی بجائے ذاتی وگروہی مفادات کو اولیت دی جا رہی ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان نے اس ساری صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ''بدیسی گورے چلے گئے لیکن دیسی گورے ہم پر مسلط ہو گئے' وہی غلامانہ ذلت وخواری ہے اور حالات انگریزوں کے دور سے زیادہ بدتر ہو چکے ہیں۔'' انہوں نے مزید کہا ''اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس نوآبادیاتی نظام کو اکھاڑ پھینکیں تاکہ ملک واقعی آزاد ہو۔ ملک افراد کے بدلنے سے نہیں نظام کے بدلنے سے آزاد ہوتے ہیں۔''

موجودہ وقت میں منتخب پارلیمنٹ' حکومت اور سیاسی جماعتوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ قومی مفادات کو اولیت دیں اور عوامی مسائل کے حل کے لئے یکسو ہو جائیں' قوم اب یہ جواز سننے کے لئے قطعاً تیار نہیں کہ جمہوریت اور حکومت کے خلاف سازش ہو رہی ہے!

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

- گردِ سفر
- نشانِ منزل
- کونسی ایسی بات ہوئی ہے
- سوچ سمندر
- متاعِ فقیر
- آس جزیرہ
- دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

''میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں' اس کی مجھے خبر نہیں' اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سکھایا کم' سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیضِ نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آ سکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔''

غزل

بڑھ رہی ہیں کسقدر تاریکیاں
رخ سے پردہ تو ہٹاؤ ایک بار

عمر گزری ہے تیرے در پر میری
تم بھی میرے گھر پہ آؤ ایک بار

کر دیا ہے دشمنوں نے بدگماں
تم مجھے خود آزماؤ ایک بار

چھوڑ کر جس کو گئے تھے جاں بلب
اس کو آ کے دیکھ جاؤ ایک بار

کس خطا پر اس قدر ناراض ہو
سامنے آ کر بتاؤ ایک بار

دل میں باقی ہے ابھی زعمِ خرد
اس کو بھی شعلہ دکھاؤ ایک بار

بجھ رہے ہیں تیری یادوں کے چراغ
ان کو آ کے پھر جلاؤ ایک بار

سارے شکوے بھول جائے گا فقیر
اپنا کہہ کر تو بلاؤ ایک بار

اقوالِ شیخ

☆......نیکی جب تک مزاج میں داخل نہ ہو جائے تب تک کردار کی اصلاح ممکن نہیں اسی لئے صوفیا کی تبلیغ کا انداز علماء سے الگ ہے' علماء نیکی کی نشاندہی کرتے ہیں اور صوفیا مزاج کو نیکی میں ڈھال دیتے ہیں۔

☆......جب لوگوں کا عمومی کردار خراب ہوتا ہے تو اس کا ایک اثر تو خرابی کرنے والے کی ذات کو پہنچتا ہے اور ایک اثر اس کے پورے ماحول کو متاثر کرتا ہے۔

☆......ہم بحیثیت مسلمان جب تک اسلام کا عادلانہ نظام سلطنت' نظام معیشت ومعاشرت نافذ نہیں کریں گے غلامی بدستور رہے گی' یورپین گوروں کی نہ سہی دیسی گوروں کی سہی!۔

☆......قرآن کو دیکھنا بھی عبادت ہے' چھونا بھی عبادت ہے' پڑھنا بھی عبادت ہے' سمجھنا بھی عبادت ہے اور قرآن پر عمل کرنا بھی عبادت ہے لیکن یہ صرف عبادت نہیں ہے یہ نصاب حیات ہے۔

☆......جو شخص دنیا سے کٹ جائے اس کا مطلب ہے اس کے پاس اعمال کے لئے کوئی میدان نہیں ہے اس لئے کہ عمل صالح تو دنیا میں رہ کر کیے جا سکتے ہیں۔

☆......اسباب کو اسباب کی حد تک اختیار کرنا چاہیے' ترک سبب درست نہیں لیکن سبب پر بھروسہ کرنا بھی درست نہیں' بھروسہ صرف اللہ پر ہو اور اسباب اللہ کی اطاعت کے لئے اختیار کیے جائیں۔

ذکر الٰہی کی عظمت، فوائد اور نتائج

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 10-07-2008

الحمدللّٰہ رب العٰلمین٥
والصلٰوۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّالہٖ
واصحابہٖ اجمعین٥
اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم٥
بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیم٥
اُتل ماوحی الیک من الکتب واقیم الصلوۃ ط ان
الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ط والذکرُ اللّٰہ
اکبر ط واللّٰہ یعلمُ ماتصنعون ط
اللھُم سبحنک لا علملناَ الا ما علمتنا
اِنکَ انت العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً
عَلٰی حَبِیبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُرُ

اس آیت مبارکہ سے اکیسواں پارہ شروع ہو رہا ہے جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ آپ ﷺ اس کتاب کی تلاوت کیا کیجیے جو آپ ﷺ پر بذریعہ وحی نازل فرمائی گئی ہے واقم الصلوۃ اور صلوۃ قائم کیجیے۔ اس آیت مبارکہ میں دو کام کرنے کے بارے ارشاد ہوا ہے ایک تلاوت کتاب دوسرا اقامت صلوۃ یاد رہے کہ نماز ادا کرنے کا نہیں کہا گیا بلکہ عبادت الٰہیہ کو قائم کرنے کا حکم ارشاد ہوا اور اقامت صلوۃ کا نتیجہ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت یقیناً بے حیائی اور بُرائی سے روکتی ہے جب عبادت الٰہیہ نصیب ہوتی ہے تو بندہ نافرمانی سے رک جاتا ہے اور اسے ذکر الٰہی کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے پھر اللہ کی یاد اس کے روئیں روئیں میں بس جاتی ہے بندے کو یہ شعور نصیب ہو جاتا ہے کہ اللہ کی عبادت اس لئے کرنی ہے کہ یہ اللہ کا حق ہے اس کو شایان ہے اس کی عبادت کی جائے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اسکی عبادت کی جائے۔ ذکر الٰہی سے بندے کو یہ ادراک بھی نصیب ہو جاتا ہے کہ اللہ کی عبادت سے بندے کو اس کی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا ہوتی ہے گویا تلاوت کتاب کا اثر ہوگا تو عبادت الٰہی اقامت صلوۃ نصیب ہوگی۔ عبادت کا اثر ہوگا تو بندہ بُرائی اور بے حیائی سے بچے گا۔ اللہ اسے بے حیائی اور بُرائی سے بچا لے گا یہ سارے کام ہوں گے تو اسے اللہ کا ذکر نصیب ہوگا۔ ولذکر اللہ اکبر اللہ کا ذکر اکبر ہے۔

ذکر کیا ہے؟ اس کے فوائد کیا ہیں؟ اس کے دنیا میں نتائج کیا ہیں؟ اور آخرت میں اس کا اجر کیا ہے؟ فرمایا گیا ہے کہ اس کی عظمت اسکے فوائد ونتائج کا احاطہ انسانی عقل کر ہی نہیں سکتی۔ صرف یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ذکر اللہ بہت عظیم نعمت ہے جس کی حدود کو متعین نہیں کیا جا سکتا جسکی بزرگی و بڑائی کو کسی پیمانے سے ناپا نہیں جا سکتا۔

اب رہی یہ بات کہ انسان یہ سوچنے لگ جاتا ہے کہ فلاں فلاں تو ذکر بھی نہیں کرتے۔ کئی تو قرآن کو ہی نہیں مانتے جو مانتے ہیں وہ تلاوت نہیں کرتے اور جو تلاوت کرتے ہیں ان پر یہ اثر مرتب نہیں ہوتے کہ وہ نیکی کریں اور گناہ سے بچیں تو اس کے بارے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ بندے کو چاہیے کہ وہ ان باتوں میں مت الجھے اس بحث میں مت پڑے یہ اس کا مسئلہ نہیں ہے اسے اپنے حساب کی فکر لاحق

ہونا چاہیے اسے اپنے مسئلے کو حل کرنے پر غور کرنا چاہیے۔ دوسروں کا حساب لینا بندے کا منصب نہیں یہ صرف ایک ذات کو سزاوار ہے وہی جو سب کا خالق و مالک ہے جو ہمہ وقت ہر چیز سے باخبر ہے اور جس کے سامنے ہر ایک کا عمل ہے۔ بندہ اگر اپنے دائیں بائیں دیکھنے لگ جائے کہ فلاں قوم بدکار ہے فلاں ظالم ہے فلاں کافر ہے لیکن پھر بھی دنیا میں عیش کر رہے ہیں تو وہ اپنے حال سے غافل ہو جائے گا پھر وہ انہی بحثوں میں الجھتا رہے گا۔

فرمایا بندے کے لئے لازم ہے کہ وہ خود کو ایسی فکروں سے آزاد کر لے کہ ان تمام باتوں کی جواب دہی اللہ کریم کی ذات ہی کو سزاوار ہے وہ ایسی عظیم ذات ہے واللّٰہ یعلم ماتصنعون کوئی بھی فرد جو کچھ بھی کرتا ہے اللہ کریم کو اس کے بارے قطعی علم ہے جب وہ ہر چیز کو ذاتی طور پر جانتا ہے تو لوگوں کو پوچھنا بھی اسی کا منصب ہے وہ خود پوچھ بھی لے گا اور ہر عمل کے جو اثرات ہیں وہ عمل کرنے والے پر دنیا اور آخرت میں مرتب ہوتے رہیں گے۔

لوگوں کی گمراہی کا ایک سبب یہ سوچ ہے سوچ کا یہ انداز ہے کہ بندہ یہ سوچتا ہے کہ اس کے اردگرد اتنے لوگ سود کھا رہے ہیں تو وہ کیوں سود نہ لے؟

اتنے لوگ ناپ تول میں خرابی کر رہے ہیں دھوکہ دے کر دولت کما رہے ہیں' جھوٹ بول کر عیش وعشرت کا سامان اکٹھا کر رہے ہیں دوسروں کا حق مار کر دولت کمانے' عہدے لینے میں آگے نکل گئے ہیں تو اُسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ دیانت داری کے راستے پر ہی چلے؟ اتنے لوگ نماز نہیں پڑھتے عبادات سے دور رہتے ہیں تو اسے ہی ضروری ہے کہ وہ سجدے کرتا رہے؟ فرمایا جو اس سوچ میں پڑ گیا وہ برباد ہو گیا اس لئے کہ سارے بندوں کے اعمال کی ذمہ داری اس پر نہیں اسے تو صرف اپنی ذات کا حساب دینا ہے اسے اپنی کامیابی کے لئے اپنا معاملہ درست رکھنا چاہیے اور اس فکر سے آزاد رہنا چاہیے کہ دوسرا کیا کر رہا ہے اس معاملے میں صرف یہ یاد رکھنا چاہیے کہ دوسرا جو کچھ بھی کر رہا ہے وہ علم الٰہی میں ہے۔ وہ اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے اور اس کی گرفت سے دور نہیں ہے اور اس کا کوئی کام اللہ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ترتیب احکام ان کے اثرات کے اعتبار سے یوں بیان ہوئی ہے کہ اول تلاوت کتاب ہے تلاوت قرآن حکیم کا اولین مقصد یہ ہے کہ اسے پڑھ کر سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ تلاوت کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کو اس طرح پڑھا جائے کہ گویا یہ کسی حکم بالا کی طرف سے ہدایت نامہ ہے جس میں وہ خود پڑھنے والے سے مخاطب ہے تو پھر بھلا کون سا ماتحت ہوگا جو اسے غور سے نہیں پڑھے گا کہ اس میں کیا کرنے کی ہدایت ہے کیا نہ کرنے کا حکم ہے کیا کرنے کی اجازت ہے اور کیا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

ہم قرآن اس طرح پڑھتے ہیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نازل کی ہے اس طرح پڑھنے کا لطف نہیں۔ پڑھنے کا سلیقہ یہ ہے کہ بندہ سوچے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جس میں اُسے مخاطب کیا گیا ہے۔

تلاوت قرآن کا اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ اس کا مفہوم سمجھ میں آجائے لیکن جو شخص اتنا پڑھا لکھا نہیں ہے کہ وہ معانی پڑھ سکے تو اس کے لئے بھی تلاوت کا حکم تو موجود ہے اور قرآن حکیم صرف ایک تحریر نہیں ہے بلکہ قرآن کا ہر لفظ اپنے اندر نور کی ایک کیفیت رکھتا ہے جسے معانی نہ بھی سمجھ آجائیں اس کے محض تلاوت کرنے سے وہ انوارات کیفیات اور تجلیات جو قرآن کریم کا خاصہ ہیں وہ اس کے دل پر مترشح ہوتی ہیں۔ ہر کلام متکلم کی ذات کا مظہر ہوتا ہے اور اس کا اثر پڑھنے اور

سننے والے پر ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے نیک محفل اور نیک لوگوں کا ساتھ رہے تو رفتہ رفتہ پاس بیٹھنے والوں کی ذات میں نیکی اور بھلائی سرایت کر جاتی ہے یعنی نیک کلام میں جو نیکی کی کیفیات ہوتی ہیں وہ سننے والوں کے دلوں میں نیکی کی رغبت پیدا کرتی ہیں سوچ اور فکر درست ہوتے ہیں نتیجتاً کردار سدھرتا ہے۔ اسی طرح کوئی شخص کسی بُری محفل میں اٹھنے بیٹھنے لگے تو آہستہ آہستہ وہ ان کی عادات اختیار کرنے لگے گا وہ بھی ان گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا جن گناہوں کے وہ لوگ مرتکب ہو رہے ہوں گے جو نحوست ان گناہوں کی ہے وہ ان کی ذات میں سرایت کر جاتی ہے ان کے کلام میں ان کی ذات کا عکس آتا ہے سننے والے پر جب وہ نحوست مسلسل پڑتی رہے تو ایسا شخص بالآخر انہی گناہوں کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ معاشرے میں اسکی مثالیں عام نظر آتی ہیں مثلاً تاش کھیلنے والوں کی صحبت میں محض بیٹھنے والا ایک دن ذوق وشوق سے تاش کھیلتا نظر آئے گا اسی طرح بٹیر لڑانے والوں اور جواء کھیلنے والوں کے ساتھی محض ساتھ رہنے سے ان لغو مشاغل کی طرف راغب ہو جاتے ہیں یوں ساتھ بیٹھنا اور کلام سننا یہ اثر کرتا ہے کہ وہ اثرات حقیقت بن کر سامنے آجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں والدین خود جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے۔ نیکی نہیں کرتے' نماز ادا نہیں کرتے اور امید رکھتے ہیں کہ بچے نیک ہوں والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ بچے نیک نمازی ہوں' جھوٹ نہ بولیں چوری نہ کریں لیکن بچوں پر اثر والدین کی خواہش کا نہیں کردار کا آتا ہے والدین بچوں کے سامنے یہ سب کام کرتے ہیں نتیجتاً بچے بھی ویسا بننا چاہتے ہیں جیسا ان کے والدین کا کردار ہے ویسا نہیں جیسا ان کے والدین کی خواہش ہے۔

ہر کلام کی اپنی تاثیر ہے تو کتاب الٰہی تو کلام الٰہی ہے اس کی تلاوت اپنا اثر رکھتی ہے اگر کسی کو معنی نہ بھی سمجھ آئیں تو بھی تلاوت کلام الٰہی اپنا اثر دکھاتی ہے کتاب الٰہی کے الفاظ اللہ کا ذاتی کلام ہے اس میں اللہ کی ذات کے جمال کا عکس ہے' ذات باری کا پرتو ہے اس میں تجلیات باری ہیں لہٰذا مسلسل تلاوت ایک کیفیت پیدا کر دیتی ہے اطاعت الٰہی کا ذوق پیدا کر دیتی ہے۔ اللہ سے محبت کرنے اور اس کا قرب بڑھانے کا شوق پیدا کر دیتی ہے لہٰذا قرآن حکیم کی تلاوت کو لازمی بنایا جانا چاہیے۔ حق یہ ہے کہ کوئی دن تلاوت سے خالی نہیں ہونا چاہیے مصروفیت کے باعث کم پڑھا جائے یا زیادہ لیکن روزانہ ضرور پڑھے خواہ ایک آیت کی تلاوت ہی نصیب ہو جائے۔ تلاوت کی برکات سے مزاج میں تبدیلی آتی ہے کہ اقامت صلوٰۃ کو جی چاہتا ہے کہ صلوٰۃ قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ ذاتی طور پر اس کی ساری شرائط ملحوظ رکھی جائیں یعنی صلوٰۃ وقت پر ادا کی جائے' وضو پوری تسلی سے کیا جائے' لباس اور جگہ پاک رکھی جائے' قبلہ رو پڑھی جائے اور مردوں کے لئے ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھی جائے اور اس کے ساتھ اپنے متعلقین کو بھی اس پر قائم کیا جائے یوں اس کا قیام ذات سے آگے ماحول تک جاری ہو جائے صلوٰۃ کا معنی اطاعت ہے اور صلوٰۃ کے رکوع وسجود اطاعت کا نہایت اعلیٰ مظہر ہیں یہ اطاعت کی معراج ہے کہ بندہ براہ راست اللہ سے اپنا درد دل بیان کرتا ہے رکوع وسجود کی صورت میں ذات باری کے سامنے سرنیاز خم کرتا ہے۔ اس کا ایک نتیجہ دنیا میں اسے فوری عطا ہوتا ہے اور ایک نتیجہ اسکی آخرت کے لئے محفوظ ہو جاتا ہے جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگا وہ ذرا دور ہے۔ صلوٰۃ کا فوری اجر یہ ہوتا ہے کہ نمازی بُرائی اور بے حیائی سے بچ جاتا ہے جب بندہ واقعی عبادت کو عبادت سمجھ کر کرتا ہے اور اپنی صلوٰۃ کو اللہ کی ملاقات سمجھتا ہے تو یہ فوری نتیجہ اسے یقیناً نصیب ہو جاتا ہے۔ جیسے حضور ﷺ نے فرمایا "الصلوٰۃ معراج المومنین" صلوٰۃ مومن کی معراج ہے۔ حضور ﷺ معراج پر

بالائے آسمان تشریف لے گئے اللہ کریم نے اپنے قرب میں جہاں تک چاہا آپ ﷺ کو شرف ملاقات سے مشرف فرمایا اور ذاتی کلام سے نوازا اسی طرح مومن کے لئے معراج یہ ہے کہ وہ صلوۃ میں دنیا سے کٹ کر براہ راست اللہ کریم سے مخاطب ہوتا ہے اپنا درد دل بیان کرتا ہے اس کا فطری اثر یہ ہوتا ہے کہ فجر سے ظہر تک اور ظہر سے عصر تک اسی طرح ہر صلوۃ کے درمیانی وقفے میں اسے یہ حیا دامن گیر رہتی ہے کہ ابھی اللہ کی حاضری سے باہر آیا ہوں اور ابھی چند گھنٹوں بعد پھر اس کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے تو وہ یوں وہ اللہ کی نافرمانی سے بچا رہتا ہے۔ صرف فجر اور ظہر پھر عشاء اور فجر کے درمیان لمبا وقفہ ہے باقی نمازوں کا درمیانی وقفہ کم وبیش ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے عصر کے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد مغرب ہو جاتی ہے اور اس سے ڈیڑھ گھنٹہ بعد عشاء ہو جاتی ہے تو یہ لمحے اس اثر کے تحت بسر ہوتے ہیں جس سے بندہ مومن بے حیائی اور بُرائی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر جب وہ تلاوت بھی کرتا ہے تو گویا اللہ سے باتیں کرتا ہے اللہ کی باتیں سنتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ اللہ سے ہمکلام ہو اللہ کریم سے باتیں کرے تو اسے چاہیے کہ وہ قرآن پڑھے۔ سو تلاوت قرآن حکیم نصیب ہو تو مزید اطاعت کی توفیق عطا ہوتی ہے بندہ عبادت کرتا ہے صلوۃ کو قائم کرتا ہے اقامت صلوۃ کے نتیجے میں وہ اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے جس سے ایک ایسی کیفیت بن جاتی ہے کہ یاد الٰہی اس کے دل میں اس کے روئیں روئیں میں دھنس جاتی ہے یعنی ہر لمحہ اس کا دھیان یا تو عبادت کی طرف ہوتا ہے یا گناہ سے بچنے کی طرف۔ اس لئے کہ عظمت الٰہی اس کے روبرو ہے بے حیائی اور بُرائی سے بچنے کا نتیجہ یہ ہے کہ ولذکر اللہ اکبر کہ اسے اللہ کی یاد نصیب ہو جاتی ہے۔ اور اللہ کی یاد ایسی عظیم نعمت ہے جس کی عظمت وبلندی کو سمجھنا انسان کے بس سے باہر ہے۔

انسان چونکہ کسی معاشرے میں رہتا ہے لوگوں کے درمیان بستا ہے اس میں مختلف لوگوں کے مختلف رویے ہوتے ہیں لوگ کیا کچھ نہیں کر گزرتے۔ یہ بات انسان کو پریشان کر دیتی ہے وہ اپنے دائیں بائیں لوگوں کو غلط ملط کرتے دیکھتا ہے اور یہ بھی دیکھتا ہے کہ وہ غلط ہتھکنڈوں کے ذریعے بظاہر کامیابی بھی حاصل کر لیتے ہیں معاملات میں کھرے نہ ہونے کے باوجود چرب زبانی اور اسی طرح کی عیارانہ حرکتوں سے بظاہر کامیاب نظر آتے ہیں تو وہ بھی اُن کے راستے کو اپنانا ضروری خیال کر لیتا ہے اور یہی رویہ انکی گمراہی کا سبب بن جاتا ہے تو فرمایا لوگوں کی فکر چھوڑ دو اس لئے کہ واللہ یعلم ما تصنعون جو کچھ لوگ کر رہے ہیں اللہ کریم اسے خود جانتا ہے اور خوب جانتا ہے اس کے علم میں ہے لہٰذا وہ جانے اور اس کی مخلوق جانے وہ ان کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ انہیں توبہ کی توفیق ملتی ہے یا وہ عذاب بھگتتے ہیں کس نے کتنا ظلم کیا اور وہ اس کا کیا بدلہ پاتا ہے یہ معاملہ خالق ومخلوق کے درمیان ہے۔ بندہ مومن کے لئے لازم ہے کہ وہ اس فکر سے خود کو آزاد رکھے اور اپنے حساب کتاب اپنی ذمہ داریوں اپنے معاملات کی فکر کرے جن کے بارے اس سے پوچھا جائے گا۔

نیکی جب تک مزاج میں داخل نہ ہو جائے تب تک کردار کی اصلاح ممکن نہیں اسی لئے صوفیا کی تبلیغ کا انداز علماء سے الگ ہے علماء نیکی کی نشاندہی کرتے ہیں اور صوفیا مزاج کو نیکی میں ڈھال دیتے ہیں۔ علماء بتاتے ہیں اور صوفیا دل کے اندر اپنی اصلاح کا درد جگا دیتے ہیں۔ اصلاح کردار کا نظام بھی ایسا ہی ہے جیسا قدرت نے کسی پودے کی نشوونما اور پرداخت کا رکھا ہے۔ قدرت کا ایک نظام ہے کہ پودے کی جڑیں ہوتی ہیں وہ پھیل کر زمین سے غذا جمع کرتی ہیں

تنے کو پہنچاتی ہیں تنے پر ڈالیں بنتی ہیں ان پر شاخیں اُگتی ہیں شاخوں پر پتے نکلتے ہیں کلیاں بنتی ہیں غنچے کھلتے ہیں پھر پھول بنتے ہیں اور بالآخر ان پر پھل آتا ہے۔ اس ساری محنت کا حاصل یعنی جڑوں کی مشقت تنوں کی تعمیر شاخوں کا پھیلاؤ پتوں کے آنے' پھولوں کے کھلنے کا ماحصل اور نتیجہ اس کا پھل ہے۔ نیکی کا پودا بھی اسی طرح پھلتا پھولتا ہے غذا جمع کرنے کا کام تلاوت قرآن ہے۔ تنا' شاخیں ڈالیں یہ عبادت الٰہی اور اطاعت الٰہی ہے شاخوں اور پتوں سے سایہ گھنا ہوتا ہے جو دھوپ سے بچاتا ہے بالکل اسی طرح صلوۃ عبادات بے حیائی اور بُرائی سے بچاتی ہیں پھر اس پر پھل آتا ہے وہ پھل ذکر الٰہی ہے۔ وہی پھل بیج بنتا ہے اور مزید پودے اُگانے کے لئے لازمی جا بیج ہوتا ہے۔ پھل کھا لینے کے بعد اسکی گھٹلی میں وہ تناور درخت موجود ہوتا ہے ذکر الٰہی ایسا بیج ہے جسے صوفیا دل میں بو دیتے ہیں جب وہ بیج اُگتا ہے تو وہ ساری نیکیاں بندے کے مزاج میں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ بندے کے اندر ذوق پیدا ہو جاتا ہے کہ اسے اپنی اصلاح کرنی ہے ذکر الٰہی کرتا ہے تو اس کے اندر ایک تجسس پیدا ہو جاتا ہے کہ درست عقیدہ کیا ہے پھر اس میں ایک درد پیدا ہوتا ہے کہ اسے اپنی شخصیت کو سنوارنا ہے کردار کو سدھارنا ہے ذکر الٰہی یہ سب احساس دل کے اندر جگاتا ہے اور اعضاء و جوارح درست سمت میں حرکت کرنا شروع ہو جاتے ہیں علماء نے تعلیمات ظاہری حاصل کی ہوتی ہیں وہ تعلیمات کے ذریعے نیکی کے فوائد گنواتے ہیں اور صوفیا ذکر الٰہی کے ذریعے نیکی کا ذائقہ چکھا دیتے ہیں۔ میں نے ربع صدی حضرتؒ کی خدمت میں بسر کی اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی آنے والے سے حضرتؒ نے عقائد پر بات کی ہو یا اعمال پر۔ ذکر کی تعلیم و تلقین فرمائی اور ذکر میں تربیت شروع کر دی۔ ایسے لوگ بھی آئے جن کی راتیں کلبوں میں بسر ہوتی تھیں وہ وہاں سے اُٹھ کر مساجد میں آ گئے ایسے لوگ بھی آئے جو نسل در نسل انگریزی تہذیب کے دلدادہ تھے انہوں نے از خود لباس و کردار اسلامی کر لیا چہروں کو سنت نبوی ﷺ سے خود مزین کیا ایک ایک عقیدہ کی پوچھ پوچھ کر اصلاح کی۔ یہ ہے ذکر الٰہی۔ جب ذکر الٰہی کا بیج دل میں پھوٹتا ہے اندر ہی اندر جب وہ درخت بننا شروع ہو جاتا ہے تو اس کے اپنے اندر تبدیلی آتی ہے باہر سے کوئی اس پر مسلط نہیں کرتا۔ علم ظاہر جاننے والے اسے دوسروں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں لوگوں سے منوانا چاہتے ہیں اور انسانی نفسیات یہ ہے کہ بندہ اپنے جیسے انسان کی بات کو بغیر کسی محبت کے جذبے کے ماننا نہیں چاہتا۔ اس کی اپنی بھی ایک رائے ہوتی ہے وہ رائے مولوی یا عالم سے متصادم ہوتی ہے تو وہ عالم کی اچھی بات بھی نہیں سنتا۔ لیکن جب اس کے اپنے اندر ذکر الٰہی اثر کرتا ہے تو پھر اس کے سارے سوال ختم ہو جاتے ہیں پھر صرف ایک طلب پیدا ہو جاتی ہے اصلاح کی طلب' خیر کی طلب بھلائی کی طلب اس طلب کو اللہ کریم قبول فرما کر کردار کی اصلاح کی توفیق عطا کر دیتے ہیں۔

قرآن حکیم نے یہاں یہ ترتیب بیان کی ہے۔ اول تلاوت کتاب اللہ پھر توفیق عمل' گناہ اور بے حیائی سے اجتناب اور پھر ذکر الٰہی جو ایسی عظیم نعمت ہے کہ جس کا حدود اربعہ کوئی متعین کر ہی نہیں سکتا۔

اللہ کریم نے اپنی تمام نعمتوں اور رحمتوں کو مخلوق تک پہنچانے کا واحد ذریعہ نبی کریم ﷺ کو بنایا ہے قرآن حکیم بھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے توسط سے ہی بندوں تک پہنچا ہے اس میں جتنے انوارات و برکات ہیں وہ بھی بطفیل محمد رسول اللہ ﷺ پہنچے ہیں اس کی وہ تاثیر کہ قیام صلوۃ نصیب ہو اور ترک معاصی ہو سکے یہ بھی بطفیل محمد رسول اللہ ﷺ ہی ممکن ہوا اور اہل اللہ کے پاس بھی جو فیوضات ہوتے ہیں وہ بھی وہی برکات نبوت ہوتی ہیں کہ جب وہ کسی کو نصیب ہو جائیں تو

اس کے فکر وشعور سے معاملات و کردار تک مثبت تبدیلیاں آنے لگ جاتی ہیں ورنہ اہل اللہ اور صوفیا کا اپنا کچھ بھی نہیں ہوتا یہ سب کام ان کے سبب سے برکات نبوت کے طفیل ہی ہوتا ہے لہٰذا ہمارے لئے قرآن حکیم کی یہ آیت مبارکہ ایک کسوٹی و معیار ہے کہ جب کوئی ذکر کرتا ہے تو اس میں ذوق تلاوت پیدا ہونا چاہیے اگر اسے یہ نصیب ہو تو وہ سمجھے کہ اس کا ذکر کرنا مقبول ہو رہا ہے پھر اسے چاہیے کہ عبادت کی تکمیل اسکی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کرے۔ جب عبادت کی تکمیل اس کی شرائط کے ساتھ کرے گا تو ذکر بار آور ہوگا۔ بے حیائی اور بُرائی سے اجتناب نصیب ہو جائے تو یہ نشانی ہے کہ ذکر مقبول ہو رہا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ ذکر بھی اثر نہیں کر رہا اور بندے کو اپنی بڑائی کی خواہش گھیرے رہتی ہے وہ اپنی پاکدامنی کا چرچا کرنے میں ہی لگ جاتا ہے اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے تو پھر ایسے شخص کا کوئی علاج نہیں ہوتا کہ ذکر الٰہی تو دل میں اُتر کر بندے کو اپنا بندہ ہونے کا احساس عطا کرتا ہے اور جسے ذکر الٰہی سے اپنی بڑائی کا احساس اجاگر ہو جائے تو پھر اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے پھر وہ لاعلاج ہو کر ہی مرتا ہے۔ اس لئے تلاوت قرآن حکیم اقامت صلوٰۃ اور ذکر اللہ عظمت الٰہی کا احساس دلاتی ہیں بندے کو یہ ادراک نصیب ہو جاتا ہے کہ سورج طلوع ہوا ہو تو موم بتی کی روشنی کی کیا حیثیت ہے۔ انسان تو مخلوق کی ہی مثال دے سکتا ہے۔ سورج بھی مخلوق ہے موم بتی بھی مخلوق اس مثال سے صرف فرق واضح کرنا مقصود ہے۔ ذکر الٰہی سے اقامت صلوٰۃ سے تلاوت قرآن سے مخلوق کو اپنے مقام سے آگاہی نصیب ہوتی ہے خالق کے مقابلے میں مخلوق کی عظمت یا اسکی بزرگی پاکیزگی اور بڑائی کی کیا حیثیت ہے؟ یہ نہ ہونے کے برابر ہے آپس میں ان کی کوئی نسبت بن ہی نہیں سکتی یہ احساس نصیب ہوتا ہے تلاوت سے' عبادت سے' اجتناب عن المعاصی سے' اور ذکر الٰہی کے دوام سے۔ ذکر پھل بھی ہے اور ذکر بیج بھی ہے بیج کاشت کرو تو آہستہ آہستہ یہی تسلسل نصیب ہونے لگ جاتا ہے اللہ کریم آپ سب کی محنت قبول فرمائے اور ذکر کی ان برکات سے مستفید فرمائے۔ آمین۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

درج ذیل احباب اور انکے عزیز واقارب دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔

☆......گوجرہ (چک نمبر ۹۶ ج ب) سے سلسلہ عالیہ کے تین احباب حاجی محمد علی' نذیر احمد اور رانا سلامت علی خان یکے بعد دیگرے انتقال فرما گئے ہیں۔
☆......سیالکوٹ کے ضلعی امیر صوفی محمد اشرف کی زوجہ۔
☆......سیالکوٹ (ستراہ) سے صوفی محمد بشیر کے ماموں۔
☆......سیالکوٹ (ستراہ) سے محمود احمد تواتی کی والدہ۔
☆......سیالکوٹ (بیگووال) کے ساتھی عبداللطیف
☆......سیالکوٹ (ڈسکہ) کے ساتھی مصطفیٰ بشیر کے سسر۔
☆......منڈی بہاؤالدین سے محمد عنایت کی ساس اور ہمشیرہ
☆......چیچہ وطنی سے انوارالحق کے والد۔
☆......جڑانوالہ سے سید محمد الیاس شاہ کی ہمشیرہ۔
☆......ہری پور ہزارہ سے ملک مسعود اختر کے والد۔
☆......ہری پور ہزارہ سے صوبیدار میجر (ر) محمد اصغر۔
☆......ہری پور کے ساتھی کرم الٰہی۔
☆......لاہور (اویسیہ سوسائٹی) سے رانا ظفر اللہ کے والد۔
☆......سیالکوٹ (سمبڑیال) سے ماسٹر اسماعیل کی اہلیہ۔
☆......ہری پور (پنڈ گاگھڑا) کے ساتھی کرم الٰہی
☆......ایبٹ آباد سے حاجی محفوظ الرحمٰن کے بھائی۔
☆......اٹک سے ماسٹر محمد حفیظ کی والدہ۔
☆......گوجرانوالہ سے الطاف حسین کے ماموں زاد بھائی
☆......چیچہ وطنی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد ارشد کبوہ کے بڑے بھائی

اللہ تعالی مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے

رمضان المبارک کی فضیلت

ہم پورا سال اپنے ہر جرم کا الزام ابلیس کو دیتے ہیں لیکن کم از کم رمضان المبارک میں ہمارے کردار کا الزام ابلیس پر نہیں جاتا' شیطان کے ساتھ چلتے چلتے جو شیطنت خود ہمارے اندر آجاتی ہے یہ اس کا اثر ہوتا ہے!

☆ امیر محمد اکرم اعوان ☆
دارالعرفان منارہ' ضلع چکوال

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ٥

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ٥

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ٥

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُوا.

اللہ جل شانہٗ ذات والا صفات ہمارے اندازوں سے زیادہ پاک' ہماری سوچوں سے زیادہ بلند اور ہمارے خیالات سے زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے۔ جب بھی رب جلیل نے اپنے کسی نبی' کسی پیغمبر سے کلام فرمایا تو آپ انبیاء علیہم السلام کی اگر زندگیوں پر غور فرمائیں گے تو ایک چیز آپ کو تمام نبیوں اور تمام رسولوں میں ملے گی کہ جب نزول کلام کا وقت آیا تو انہیں دنیا سے الگ کر کے چلہ کشی کی صورت میں یا تنہائی کی صورت میں ذکر اذکار کے لئے بیٹھنا پڑا۔ موسیٰ علیہ السلام کو چلہ کشی کرنا پڑی تب کتاب الٰہی نصیب ہوئی۔ اور معروف واقعہ ہے کہ بعد میں قوم گمراہ ہو گئی اور پھر آپ تشریف لائے اور ناراض ہوئے' ایک لمبا قصہ ہے۔ اسی طرح آقائے نامدار ﷺ حرا میں تشریف لے جاتے اور مہینوں معتکف رہتے اور حرا میں نزول قرآن کی ابتدا ہوئی۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ نبی معصوم ہے' خطا سے پاک ہے' اس کے باوجود چونکہ وہ انسانوں میں رہتا ہے جس معاشرے میں کوئی رہتا بستا ہے اس کی ہوا' اس کی فضاء اس کے وجود کو متاثر کرتی ہے۔ گرم ملکوں میں رہیں گے تو گرمی متاثر کرتی ہے اور برف پوش پہاڑوں پر چلے جائیں تو سردی اثر کرتی ہے اسی طرح کچھ نظر نہ آنے والی کیفیات ہوتی ہیں انسانی معاشرے کی' انسانی کردار کی تو جب کلام الٰہی کا نزول ہوا تو اللہ کریم نے انبیاء علیہم السلام کو بھی تنہائی اختیار کرنے کا حکم دیا تاکہ کوئی ذرہ کسی گرد کا' جو ان کا اپنا نہیں ہے لیکن جس معاشرہ میں رہتے ہیں اور وہاں جو لوگوں کے کردار سے جو ایک دھواں بنتا ہے جو نظر نہیں آتا اس کا کوئی شمہ کہیں کسی کونے کھدرے پر نہ ہو بلکہ مکمل یکسوئی' عبادت' پاکیزگی نصیب ہو حالانکہ نبی معصوم ہوتے ہیں اور جب اس کلام میں غیر نبی کو مخاطب فرمایا جائے اس کلام کو ہر کسی کے لئے عام کر دیا جائے اور ہر ایک بندے سے بات کی جائے تو اس بندے کو کس قدر پاکیزگی' کس قدر طہارت کتنی محنت اور کتنے مجاہدے کی ضرورت ہو گی۔ اگر وہ قرآن کو سمجھنا چاہتا ہے' اگر وہ قرآن کو جاننا چاہتا ہے تو کلام الٰہی کو سمجھنے کے لئے کس قدر پاکیزگی' کتنے مجاہدے کتنی محنت کی ضرورت ہو گی' اس سارے مجاہدے کو رب جلیل نے رمضان المبارک کے ان گنتی کے دنوں میں سمو دیا اور وہ ایسا کریم ہے کہ اس نے اس ماہ

مبارک میں ایسی برکات رکھ دیں کہ نبی علیہ الصوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جس کسی انسان کا روزہ ایمان اور احتساب سے رکھا' یاد رکھیں یہاں دو شرطیں لگائیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا اللہ پر ایمان پختہ ہو' ضروریات دین پر یقین پختہ ہو' نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان پختہ ہو' آخرت پر' کتاب اللہ پر ایمان پختہ ہو اور دوسرا "احتساباً" اس لئے روزہ رکھے کہ اپنا احتساب کرے بیٹھ کر کہ آج تک زندگی میں میں نے کیا کھویا کیا پایا' کتنا میں نے اللہ کی اطاعت کے دائرے کے اندر اپنی زندگی کو خرچ کیا اور کتنے لمحات مجھ سے ضائع ہو گئے' اطاعت الٰہی کی حدود سے باہر چلے گئے اور میں نے شیطان کے سپرد کر دیئے۔ یہ احتساب اسے احساس دلائے گا کہ جو غلطیاں' جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کی معافی طلب کرے۔ تو فرمایا کہ جس کسی نے ایمان اور احتساب کے ساتھ ایک روزہ رکھا اس کے زندگی کے پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

ایک تو اس مہینے میں یہ فضیلت رکھی کہ جب ایک روزہ' پہلا روزہ آپ نے رکھا تو زندگی کے سارے گناہ معاف ہو گئے بلکہ روزہ رکھنے سے پہلے' پہلی رات' رمضان مغرب سے شروع ہوتا ہے۔ شرعی تقویم کے مطابق مغرب کی نماز اگلے دن کی شروع ہوتی ہے۔ تاریخ بدل جاتی ہے سورج ڈوبنے کے ساتھ اور مغرب جو ہم پڑھتے ہیں وہ نئی تاریخ کی پہلی نماز ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ نماز فجر سے شروع ہوتی ہے' نہیں، حقیقتاً مغرب سے شروع ہوتی ہے اور مغرب کی نماز اگلے دن کی پہلی نماز ہوتی ہے۔

تو فرمایا کہ جس نے رمضان کی رات کو ایمان اور احتساب کے ساتھ قیام کیا اور فرماتے ہیں کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کر لی اور فجر کی باجماعت پا لی وہ قائم اللیل ہے۔ اس نے گویا ساری رات قیام کیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد سو گیا اور اٹھا تو پھر نماز ادا کی' وہ قائم الیل ہے پھر اس کے ساتھ' عشاء کے ساتھ تراویح ادا کیں' پھر اس کے بعد اس نے نوافل پڑھے یا تلاوت کی یا تہجد پڑھی یا اس کے بعد اس نے فجر سے پہلے جو کچھ کیا تو یہ ساری اس پر مزید محنت ہے تو فرمایا کہ' جس نے رمضان کی رات کا قیام ایمان اور احتساب کے ساتھ کیا اس کے اس سے پہلے کی زندگی کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ پہلی رات کا قیام جو ہے اس نے بندے کو اس طرح کر دیا کہ زندگی کی ساری خطائیں معاف ہو گئیں' اب اسے رمضان کا دن نصیب ہوا تو اس نے مزید اس میں طہارت بڑھا دی' اگلی رات آئی اس نے مزید لطافت پیدا کی' اگلا دن آیا اس نے مزید پاکیزگی میں اضافہ کیا تو گویا بندے میں ہر آن' ہر لمحہ یعنی جتنا میل تھا وہ تو پہلی رات کو ہی ختم ہو گیا اب مزید جس طرح آپ کپڑے کو دھوتے ہیں اس سے میل صاف ہو جاتا ہے پھر اسے چمکانے کیلئے کلف لگاتے ہیں پھر اسے مزید خوبصورتی دینے کے لئے استری کرتے ہیں تو یہ جو پہلی رات کے بعد آگے جو مسلسل رمضان المبارک کے دن ہیں اور رمضان المبارک کی راتیں ہیں یہ اس پر مزید لطافت' پاکیزگی' تقدس بڑھاتی چلی گئیں حتٰکہ جب آخری عشرے میں داخل ہوا تو اسے لیلتہ القدر نصیب ہوئی۔ اب لیلتہ القدر ایک رات اللہ نے ایسی بنا دی جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ یعنی لیلتہ القدر کی ایک رات اور پھر اس بندے کو لیلتہ القدر نصیب ہو جاتی ہے۔ جو عشا' باجماعت ادا کرتا ہے' اور فجر باجماعت ادا کرتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ صرف جاگنے والے کو نصیب ہو جاتی ہے' اس کی برکات ہر اس بندے کو نصیب ہو جاتی ہیں جو قائم اللّیل ہوتا ہے اور قائم اللّیل' عشاء کو باجماعت ادا کر کے فجر باجماعت ادا کرنے والا قائم اللّیل ہوتا ہے تو گویا ہر مسلمان کو لیلتہ القدر کی برکات بھی نصیب ہو جاتی ہیں' گویا اس

نے ہزار مہینے سے جو کم وبیش چوراسی پچاسی سال کے قریب بنتا ہے' مسلسل مجاہدہ کیا ہو مسلسل عبادت کی' مسلسل روزے رکھے' مسلسل جہاد کیا' زندگی کا ایک ایک لمحہ اطاعت الٰہی میں گزارا' یہ کیفیت اسے چند لمحات میں..... جو کچھ اس پر نتیجہ مرتب ہونا تھا وہ نتیجہ اسے اس ایک لمحے میں نصیب ہو گیا۔ جس طرح کوئی ہزار مہینہ محنت کرے تو جو مزدوری ملتی ہے' وہ مزدوری اگر کسی کو صرف حاضری پر عطا کر دی جائے کہ تم آئے ہو تو تم اس سے زیادہ لے لو تو یہ تو دینے والے کی عطا ہے۔

اسی طرح نوافل کا درجہ ثواب کے حساب سے فرائض کے برابر کر دیا گیا کہ رمضان المبارک میں جو نفل ادا کرتا ہے وہ فرائض کا ثواب پاتا ہے اور جو فرائض ادا کرتا ہے وہ ستر گنا اور ستر محدود نہیں ہے' ستر عربی محاورے میں ایک عام لفظ ہے کہ جب بہت زیادہ کسی بات کو کہنا ہو تو کہتے ہیں ستر گنا' ستر بار تو اس سے مراد ہوتی ہے بے شمار' بہت زیادہ یعنی فرض کا ثواب بہت زیادہ بڑھا دیا گیا۔ پھر سب سے مزے کی بات یہ کہ رمضان المبارک کا چاند طلوع ہوتا ہے تو چھوٹے بڑے تمام شیاطین قید کر لئے جاتے ہیں۔ ابلیس سے لے کر اس کی تمام اولاد تک۔

ہم پورا سال اپنے ہر جرم کا الزام ابلیس کو دیتے ہیں لیکن کم از کم رمضان المبارک میں ہمارا جو کردار ہے اس کا الزام ابلیس پر نہیں جاتا۔ ہمارے اندر جو شیطنت بھر گئی ہے یا اللہ کی نافرمانی کرتے کرتے اور شیطان کے ساتھ چلتے چلتے جو شیطانی خصوصیات ہمارے اندر آ گئی ہیں رمضان المبارک میں جو برائی ہو گی وہ اس کے ذریعے سے ہو گی کہ کوئی شیطنت ہمارے اندر بھی ہے۔ کچھ انسان تو مجسم شیطان بن جاتے ہیں جس طرح ارشاد ہے قرآن حکیم میں شَیٰطِیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔ شیطان جنوں سے بھی ہیں اور انسانوں سے بھی ہیں۔ شیطان اپنے دوستوں سے سرگوشیاں کرتے ہیں' ان سے باتیں کرتے ہیں' انہیں باتیں بتاتے ہیں کہ یہ کرو' وہ کرو' تو کچھ انسان' انسان ہوتے ہوئے اتنے گر جاتے ہیں کہ وہ مجسم شیطان بن جاتے ہیں۔

یاد رکھیں! رمضان المبارک میں جتنا ظلم ہو گا' جتنی نافرمانی ہو گی' جتنا جھوٹ بولا جائے گا' جتنی برائی ہو گی' یہ اس وجہ سے ہو گی کہ شیطانوں کے اوصاف انسانوں میں آ گئے اور دوسروں کو دیکھنے کی بجائے رمضان المبارک ہمارے اپنے لئے ایک آئینہ ہے کہ ہم اس میں دیکھیں کہ میرے اندر کہیں شیطنت تو نہیں ہے' میں کسی کی برائی تو نہیں سوچ رہا۔ میں کہیں اللہ کی نافرمانی کا ارادہ تو نہیں کر رہا۔ اور اگر یہ احتساب نہ ہو' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ زبان کا روزہ یہ ہے کہ وہ جھوٹ نہ بولے اور ذکر الٰہی سے روشن رہے' تر رہے' کان کا روزہ یہ ہے کہ جھوٹ سننے سے احتراز کرے' آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ غلط کاموں کو دیکھنے سے اجتناب کرے' بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ اگر کوئی تمہیں گالی دے تو اسے بتاؤ کہ بھئی میں روزے سے ہوں میں گالی نہیں دے سکتا۔ یعنی ایک تربیت ہے ضبط نفس کی اور انسان کے اخلاص کی بلندیوں تک پہنچنے کی! جب کوئی کسی کو منہ پر گالی دے تو اسے کتنا بُرا لگتا ہے' حضورؐ نے فرمایا کہ جواب میں اسے کہو کہ میرا روزہ ہے۔ اور فرمایا' ارشاد ہے حدیث شریف میں کہ اگر کوئی جھوٹ بولتا رہا' اللہ کی نافرمانی کرتا رہا اور اس نے روزہ بھی رکھا تو اللہ کو ضرورت نہیں ہے کہ وہ بھوکا پیاسا مرے۔ یہ کوئی راشن بندی کا مہینہ نہیں ہے کہ اللہ کے خزانوں میں راشن کی کمی ہو گئی ہے اس لئے راشن بندی ہو گئی بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ رمضان المبارک میں غیر رمضان سے زیادہ کھایا جاتا ہے۔ جو لوگ عید بقرعید پر حلوہ کھاتے ہیں رمضان

المبارک میں وہ بھی روز افطاری بنائے ہوئے ہوتے ہیں اور عام دنوں کی نسبت ہر گھر کا خرچ بڑھ جاتا ہے کھانے پینے کا۔ سحری کا خاص اہتمام ہوتا ہے' افطاری کا خاص اہتمام ہوتا ہے' کھانے پینے میں تو لوگ زیادہ ہو جاتے ہیں لیکن اطاعت الٰہی کا کمال یہ ہوتا ہے کہ فریج میں ٹھنڈا پانی پڑا ہے' کمرے میں بندہ اکیلا ہے' اسے پیاس لگی ہے' کوئی اس کے پاس نہیں لیکن وہ پانی نہیں پیتا، کیوں نہیں پیتا؟ اس کا اللہ اس کے پاس ہے۔ اور یہی مقصد ہے کہ ہر بندے کو حضوری نصیب ہو کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے میرے پاس موجود ہے اور یہی کمال ایمان ہے اور یہی پاکیزگی مطلوب ہے۔

نہ کھانا اوصاف ملکوتی میں سے ہے۔ فرشتے کی صفت ہے کہ وہ پانی نہیں پیتا' وہ کھانا نہیں کھاتا اسے نیند نہیں آتی۔ زیادہ کھانا اوصاف حیوانی میں سے ہے کسی جانور کو دیکھ لیں وہ بے تحاشا کھا سکتا ہے اور کھاتا رہتا ہے۔ تو یہ تربیت بھی ساتھ دی جاتی ہے کہ بشر ہونے کے باوجود' مشت غبار ہونے کے باوجود بندہء مومن میں ایسی صفات پیدا کی جائیں جو فرشتے میں ہوتی ہیں، اوصاف ملکوتی پیدا کئے جائیں' اور اوصاف ملکوتی کا اثر اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی فرشتہ کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا۔ ایک تقدس ہے رمضان المبارک کا جس میں اللہ کا مبارک کلام نازل ہوا' جہاں یہ تقدس نہیں ہوتا وہاں کلام الٰہی سے ہدایت نصیب نہیں ہوتی بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ لوگ اللہ کا کلام پڑھ کر اس پر اعتراض سوچتے ہیں!۔

مستشرقین کی ایک جماعت ہے مغرب میں جو ایمان تو نہیں لائی لیکن انہوں نے پوری عمریں قرآن وحدیث کی تحقیق وتدقیق پر صرف کر دیں۔ انہیں "مستشرق" کہتے ہیں کہ انہوں نے علوم مشرق کا تجزیہ کیا۔ ان کی ساری عمروں کا حاصل کیا ہے؟

چند بیہودہ اعتراضات......!

کبھی حدیث پر کبھی قرآن پر اور بڑی عجیب بات یہ ہے کہ ان کے وہ اعتراض ان کے ہم مذہبوں نے اور بے دین لوگوں نے اور اسلام کے مخالفوں نے بھی مانے نہیں ہیں بلکہ انہوں نے بھی کہا کہ یہ بہت ہی بودی اور بہت ہی لچر باتیں ہیں۔ تو آپ اندازہ کریں کہ ایک بندے نے ساری زندگی قرآن پر ریسرچ کرنے میں لگا دی' ایک بندے نے عربی زبان سیکھی' اس نے عربی کی مختلف لغاتیں سیکھیں' پھر اس نے قرآن کی بے شمار تفسیریں پڑھ ڈالیں اور نتیجہ کیا نکلا............ چند اعتراضات جن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کیوں........؟ کیا قرآن میں روشنی نہیں تھی' قرآن میں روشنی موجود تھی اس بندے میں روشنی قبول کرنے کی استعداد نہیں تھی۔

آپ روشنی کی ایک کرن کو شیشے پر ڈالتے ہیں تو سارا شیشہ جگمگا اٹھتا ہے لیکن اس کرن کو کیچڑ پر پھینکیں تو کیا کیچڑ جگمگا اٹھے گا۔ پتھر پر ڈالیں تو کیا وہ منعکس ہوگی۔ تو بندے اپنے کردار اور اپنے عقیدے اور اپنے ایمان سے گندے جوہڑ کا کیچڑ بن جاتے ہیں جبکہ روزہ اس مٹی کو' اس کیچڑ کو' اس پتھر کو پالش کر کے شیشہ بناتا ہے' آئینہ بناتا ہے۔ جب قلب انسانی اوصاف ملکوتی پیدا کرتا ہے' اللہ کے حکم کے مطابق بھوکا رہتا ہے۔ اب صرف بھوک نہیں ہے اس کے ساتھ اطاعت الٰہی کا نور بھی ہے' پیاسا ہے اور صرف پیاس نہیں ہے اس کے ساتھ اتباع رسالت کا نور بھی ہے۔ ایک نور ایمان ہے جو وابستہ ہے محمد رسول اللہ سے' ایک نور ایمان ہے جو آپ کی وساطت سے وابستہ ہے ذات باری تعالیٰ سے تو گویا ہم نے دل کو لطف وکرم الٰہی کی شعاعوں کے سامنے رکھ دیا۔ اب یہ جو اس میں طہارت اور پاکیزگی آئے گی یہ وجود کو اور ذہن کو اور سوچوں کو جلا بخشے گی اور آدمی رمضان سے جب نکلے گا تو بہتر سوچے گا۔ رمضان المبارک سے جب نکلے گا تو بہتر عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔

رمضان المبارک سے جب نکلے گا' ایک مہینہ کورس کرے گا تو سچ بولنے کی کوشش کرے گا۔ جب ایک مہینہ کے اس کورس سے نکلے گا تو اس کی زندگی بدل چکی ہوگی۔ قبل رمضان اور بندہ ہوگا اور بعد رمضان کوئی اور سا بندہ نظر آئے گا۔ خدانخواستہ اگر ایسا نہیں ہوتا اور جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ رمضان المبارک میں مساجد بھر جاتی ہیں اور عید کے ساتھ ہی پھر وہی پرانے نمازی رہ جاتے ہیں اور نئے لوگ نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ انہوں نے رمضان المبارک کا پورا مہینہ مجاہدہ کیا لیکن شاید انہیں حاصل کچھ نہیں ہوا، ایک بات یاد رکھ لیجئے' ہمارے ہاں ایک رواج ہے کہ ثواب ملے گا اور آخرت میں ملے گا لیکن شاید ہی کبھی کسی نے یہ تکلیف گوارا کی ہو کہ وہ ہمیں ثواب کی کوئی ڈیفینیشن بھی بتائے کہ ثواب ہوتا کیا ہے؟

قرآن حکیم میں لفظ ثواب بدلے کیلئے استعمال ہوا ہے کہ عمل کے بدلے میں جو کچھ ملتا ہے اور صرف نیکیوں کے لئے استعمال نہیں ہوا' کافروں اور بدکاروں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے "هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ" کافروں کو اور کیا بدلہ ملے گا "مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ" وہی ملے گا جو ان کا کردار ہے۔ وہاں بھی لفظ ثواب استعمال ہوا ہے کہ کافر کو بھی ثواب ملے گا مگر کیا ثواب ملے گا؟ جو زندگی بھر وہ کرتا رہا۔ کفر کرتا رہا' نافرمانی کرتا رہا اس کا بدلہ ملے گا لہٰذا ثواب کردار کے بدلے کا نام ہے کوئی جنس نہیں ہے جو آپ کو مل جائے گی اور عبادات' روزمرہ کی عبادات سے لے کر رمضان المبارک تک تمام عبادات کا خاصہ یہ ہے کہ وہ عملی زندگی میں انقلاب پیدا کریں۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ عبادت کا ثواب کیا ہے؟ عبادت کا بدلہ کیا ہے؟..... "وہ برائی سے اور بے حیائی سے روکتی ہے"۔ دو لفظوں میں تمام انسانی لغزشوں کو اللہ نے سمو دیا، ہر گناہ برائی ہے اور اگر بہت ہلکا بھی ہے تو بے حیائی ہے تو فرمایا کہ عبادت کا ثواب یہ ہے "یقیناً عبادت روک دیتی ہے بے حیائی سے اور برائی سے"۔ اب ہم ایک مشروب پیتے ہیں اور پیاس نہیں بجھتی۔ پانی کا خاصہ یہ ہے کہ اس کے پینے سے پیاس ختم ہو جائے لیکن ہم پیتے چلے جا رہے ہیں اور پیاس بجھ نہیں رہی تو اس کا مطلب ہے کہ اگر پانی میں کوئی خرابی نہیں ہے تو پھر ہمارے اندر کوئی خرابی ہے۔ ایک مرض ہو جاتا ہے اس کو کہتے ہیں استسقاء مریض استسقاء پانی پیتا ہی رہتا ہے اس کے منہ سے جدا نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود اس کی پیاس نہیں بجھتی۔ مولوی سعدیؒ نے نعت کا ایک شعر کہا ہے کہ:-

نہ حسنش غائتِ دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستقی و دریا ہم چناں باقی

وہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن کی کوئی حد ہے نہ سعدی کے پاس کلام کی اتنی وسعت کہ نعت کہہ کر اسے سمو سکے۔ یہاں تو عالم یہ ہے کہ استسقاء کا مریض پانی پیتے پیتے پھر پیاسا ہی مر جاتا ہے حالانکہ دریا بھرا ہوا بہہ رہا ہوتا ہے۔ مستقی' یعنی استسقاء کے مریض کو دریا کے کنارے اگر ڈال دیں وہ بھر بھر کر پیتا رہے' مر جائے گا لیکن پیاس ختم نہیں ہوگی۔ نبی علیہ السلام کی تعریف کرنے والا تعریف کرتے کرتے تھک جائے گا اور اس کی عمر ختم ہو جائے گی اور آپ کے حسن کا احاطہ نہیں کر سکے گا۔ تو اگر پانی سے پیاس نہیں بجھتی تو پھر ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہمارے اندر کوئی مرض ہے پھر اس مرض کا علاج ہونا چاہئے۔ یعنی رمضان المبارک کے کورس کے بعد بھی اگر ہمارا کردار تبدیل نہیں ہوتا تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے اندر کوئی مرض ہے۔

رمضان کا پہلا عشرہ ہی اتنا مبارک ہے...... عبادات

کے درجے بڑھا دیئے گئے' شیاطین قید کر دیئے گئے' توبہ کی قبولیت کے دروازے کھل گئے اور اللہ کی بارگاہ سے آواز آتی ہے سحری کے وقت' فرمایا حضور ﷺ نے کہ اللہ کریم کی بارگاہ سے ندا ہوتی ہے کہ ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ اسے بخش دیا جائے۔ یعنی سارا سال تو بخشش مانگنے والے گڑگڑاتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں بخش دے اور رمضان المبارک کے پہلے عشرے میں بارگاہ ایزدی سے آواز لگائی جاتی ہے کہ ہے کوئی بخشش کے طالب کہ انہیں بخش دیا جائے۔

تو رمضان المبارک کی اصل اساس یہ ہے کہ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جسے ایک خاص تقدس' ایک خاص اعزاز دے کر' ایک خاص سربلندی دے کر اس لئے منتخب فرمایا گیا ہے کہ اس میں اللہ کا کلام نازل ہوا۔

عجیب بات یہ ہے کہ روزے ہم پر ہی فرض نہیں ہوئے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ تم پر ایسے ہی فرض کئے گئے ہیں جیسے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے۔ ہر امت پر روزے فرض تھے اور ہر نبی پر جو کلام الٰہی نازل ہوا اس کی ابتداء رمضان المبارک ہی میں ہوئی۔ اور قرآن کریم بھی سارے کا سارا علم الٰہی سے لوحِ محفوظ میں آیا لوحِ محفوظ سے آسمانِ اول پر رمضان المبارک منتقل فرمایا گیا اور نزولِ وحی کی ابتداء اسی ماہ مبارک میں ہوئی اور پھر مسلسل نازل ہوتا رہا۔ تو اس مہینے کو یہ شرف حاصل ہے کہ:۔

کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تو نے

بندوں میں' مشت غبار میں وہ اہلیت پیدا کرتا ہے' وہ پاکیزگی پیدا کرتا ہے وہ طہارت پیدا کرتا ہے' وہ لطافت لے آتا ہے کہ کلام الٰہی کو سننے اور سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے۔

خدانخواستہ اگر ہماری زندگی میں رمضان المبارک سے کوئی تبدیلی نہیں آتی تو ہمیں سمجھنا یہ ہوگا کہ ہمارا مرض اتنا گہرا اتنا شدید' اتنا خطرناک ہو چکا ہے کہ...... دواؤں میں ایک دوا ہوتی ہے'

''Live Saving Drug'' جسے کہتے ہیں زندگی بچانے والی دوا تو آخری علاج ہوتا ہے کسی کو موت سے یا بیماری سے بچانے کے لئے وہ ایک دوا دی جاتی ہے اگر وہ بھی اثر نہ کرے تو بندہ لا علاج ہو کر تڑپ کر مر جاتا ہے۔

یہ رمضان المبارک جو ہے یہ مومن کے لئے Live Saving Drug کی حیثیت رکھتا ہے زندگی بچانے کا سب سے آخری علاج ورنہ تو بندے کو ہر عبادت کے ساتھ سلجھ جانا چاہئے۔ ایک تسبیح سے زندگی بدل جانی چاہئے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس کی ایک تسبیح قبول ہوگئی اس کی نجات ہوگئی۔ زندگی میں ایک بار اس نے کہا سبحان اللہ ایک تسبیح ہے' الحمدللہ' ایک تسبیح ہے اللہ اکبر ایک تسبیح ہے کوئی ایک تسبیح جو اللہ کی اس نے کی وہ قبول ہوگئی تو وہ جنتی ہے۔ اب جنتی ہونے کی بھی دلیل ہے کہ علمائے حق نے جو یہ بحث فرمائی ہے بندے کے زندہ جنتی ہونے کی' کیسے ضمانت مل سکتی ہے جبکہ شیطان موجود ہے' نفس موجود ہے' دنیا اور دنیاوی حاجات موجود ہیں' دنیا اور دنیا کی رنگینیاں موجود ہیں تو وہ کیسے ان سے بچ سکے گا؟ تو علمائے حق فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ جنتی قرار دے دیتا ہے پھر اسے وہی کام کرنے کی توفیق ارزاں کر دیتا ہے جو اہل جنت کو زیب دیتے ہیں۔ دوزخیوں والے کاموں سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

تو ہمارے پاس یہ معیار ہے کہ گزشتہ پون صدی میں...... میں اپنی بات کر رہا ہوں جس کی عمر پون صدی ہے کہ میں نے گزشتہ پون صدی میں کوئی ایک تسبیح ایسی پڑھی جو قبول ہوئی۔ اگر

قبول ہوئی تو میرا کردار نیک ہو جانا چاہئے اور اب اگر ابھی تک میرے کردار میں مثبت تبدیلی نہیں آئی تو اس کا مطلب ہے کہ میں آج تک جو کچھ کرتا رہا "چج" مارتا رہا، اس قابل تو ایک تسبیح بھی نہیں تھی جو قبول ہوتی' یہی حال رمضان المبارک کا ہے۔ اگر ہمارا روزہ، ہماری عبادت، ہمارے ذکر اذکار، ہماری تسبیحات، ہماری تلاوت، ہماری یہ بھوک اور پیاس قبول ہوتی ہے تو اگر کوئی نیک بھی ہے تو رمضان المبارک کے بعد اس میں تبدیلی نظر آنی چاہئے کہ یہ اور نیک ہو گیا ہے۔ اگر کوئی خطا کار ہے تو اس کی زندگی بدل جانی چاہئے۔ کہ یہ دوسرا انسان ہے اور انسانی گناہ اس کی رحمت کو عاجز نہیں کر سکتے۔ کوئی شرط نہیں لگائی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ کون سا گناہ معاف ہوگا کونسا نہیں بلکہ فرمایا کہ زندگی میں جتنے گناہ کر چکا ہو وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ گناہ کا معاف ہونا اور توبہ کا قبول ہونا بالکل ایسے ہوتا ہے جیسے کوئی گھاؤ ہو' گہرا زخم ہو اور وہ بھر جائے' مندمل ہو جائے۔ آپ جانتے ہیں کہ جہاں زخم ہو اور وہ بھر جائے تو وہ جگہ کتنی حساس ہو جاتی ہے وہاں دوبارہ چوٹ کھانے کو جی تو نہیں چاہتا' وہاں تو کوئی انگلی رکھے تو احساس ہوتا ہے کہ اسے نہ چھیڑ یار یہ ابھی ابھی ٹھیک ہوا ہے۔ اگر توبہ قبول ہو جائے اور گناہ معاف ہو جائیں تو اسی طرح گناہ نہ کرنے کو جی چاہتا ہے اور گناہ کی بات ہو تو بندے کو درد ہوتا ہے کہ یار ابھی تو یہ زخم بھرا ہے پھر دوبارہ چوٹ نہیں کھاؤں گا۔

یہ ساری باتیں وہ ہیں جو رمضان المبارک کے حوالے سے ہمیں یہ احساس دلاتی ہیں کہ ہمیں ان ان دیاتوں کا لئے ذات یہ تجزیہ کرنا چاہئے۔ ہمارا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہم خود کو تو ولی اللہ سمجھتے ہیں' خود کو تو فرشتہ سیرت سمجھتے ہیں، خود کو الگ کر لیتے ہیں اور باقی ساری دنیا پر تنقید کئے چلے جاتے ہیں۔ لوگوں کا معاملہ رب العلمین کے ساتھ ہے اور ہم نہیں جانتے کہ کس کی کس غلطی پر وہ اسے پکڑ لے گا اور کس کی کس چھوٹی سی نیکی پر اس کی ساری غلطیاں معاف کر دے گا۔ اس میں وہ نہ ہم سے پوچھے گا نہ ہم سے مشورہ کرے گا' نہ ہماری اتنی حیثیت ہے۔ اس لئے لوگوں کا معاملہ اسی پر رہنے دو جو لوگوں کا مالک ہے صرف اپنے آپ کو اپنے سامنے رکھو' اپنی عدالت لگاؤ اور اس میں خود کو مجرم کے کٹہرے میں کھڑا کر کے اپنا محاسبہ کرو' اپنے آپ سے پوچھو کہ آج تک تو کیا کرتا رہا اور آج تجھے اللہ نے پھر رمضان دے دیا ہے' کیسا کریم ہے کہ تو خطا کرتا ہے وہ تیری بخشش کے اسباب مہیا فرماتا ہے۔ تو دور بھاگتا ہے اور وہ تیرے سامنے منزل لا کر رکھ دیتا ہے۔ تو منزل سے بھاگتا ہے اور وہ منزل اٹھا کر تیرے سامنے رکھ دیتا ہے۔ تو اس کی بارگاہ سے بھاگتا ہے اور وہ تجھے اٹھا کر اپنے حضور لانا چاہتا ہے۔ فیصلہ ہمیں یہ کرنا ہے اپنا تجزیہ کر کے کہ وہ کون سی برسات ہے جس میں پھول نہ کھلیں' وہ کیسی برسات ہے جس میں سبزہ نہ آگے' وہ کیسا رمضان ہے جس میں کردار تبدیل نہ ہوں' دیکھنا یہ ہے کہ برسات برسی' پھول نہیں کھلے تو یقیناً چٹان ہوگی' پتھر ہوگا' زمین ہوتی' مٹی ہوتی تو اس میں پھول کھلتے۔ مٹی ہوتی تو اس پر سبزہ اگتا لیکن چٹانوں پر تو نہیں اگتا' برساتیں گزر جاتی ہیں' تجزیہ ہمیں اپنا کرنا ہے کہ میں مشت غبار ہوں یا کہیں سنگلاخ چٹان تو نہیں بن گیا۔ ہر فرد ہمیشہ اپنے فائدے کی سوچتا ہے اسلام یہ ہے کہ اپنا معاملہ رب پر چھوڑ کر دوسروں کا فائدہ سوچو۔ جب تم دوسروں کے لئے بہتر سوچو گے تو وہ کریم تمہارے لئے تمہاری سوچ سے زیادہ بہتری عطا فرمائے گا۔ اللہ کریم ہمیں محاسبہ کرنے کی' تو بہ کرنے کی' اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے سینوں کو ہمارے دلوں کو نور ایمان سے منور فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

رزق سے برکت کیوں اُٹھ گئی؟:

آپ غور فرمائیں تو اس عہد میں ایک مسئلہ بہت عام ہے میں نے یورپ اور مغربی ممالک میں دیکھا ہے کہ وہ لوگ سارا دن کھاتے رہتے ہیں۔ ہم ایک ائرپورٹ پہ بیٹھے تو وہاں کے لوگوں نے جی بھر کے کھانا کھالیا۔ جہاز میں کھانا Serve ہوا تو وہاں انہوں نے پھر پیٹ بھر کے کھا لیا۔ مختصر فلائٹ تھی، گھنٹے کی ہوگی، اگلے ائرپورٹ پہ اُترے تو انہوں نے وہاں پھر کھانا کھالیا۔ حیرت ہوتی تھی کہ ایک بندہ دو تین گھنٹوں میں کس طرح بار بار کھالیتا ہے؟ سارا دن منہ ہلاتے رہیں گے، کچھ نہ کچھ چیز منہ میں ڈالتے رہیں گے، کھاتے رہیں گے ہم دیکھتے ہیں کہ بندے تین ہیں اور کھانا دس بندوں کا کھا جاتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ جن چونکہ ایک نظر نہ آنے والی مخلوق ہے اور غذا میں جو انرجی ہوتی ہے، وہ ان کی غذا ہوتی ہے تو یہ کھانے میں سے انرجی لے لیتے ہیں۔ اگر کھانا حرام کا ہے تو پھر انہیں کوئی روکنے والا ہی نہیں۔ حلال ہے اور اُس میں ناپاک مل گیا تو پھر بھی انہیں کوئی نہیں روک سکتا۔ چونکہ ہم احتیاط نہیں کرتے، کھانا حلال نہیں ہوتا، پھر پاکیزہ نہیں ہوتا، تو اُس میں سے انرجی وہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اب پیچھے "پھوگ" رہ گیا، وہ جس کی مرضی کھاتا رہے۔ ایک بندہ دس بندوں کی خوراک کھائے گا تب جا کر اُس کی بھوک مٹے گی یا اُس کے بدن کی ضرورت پوری ہوگی۔ جہاں یہ نہیں ہے وہاں اتنا خرچ نہیں ہوتا۔

آپ یہاں دارالعرفان میں دیکھ لیں کہ دس روٹیاں کھانے والے کا پیٹ بھی ایک روٹی سے بھر جاتا ہے۔ اُس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ یہ غذا حلال ہوتی ہے اور پاکیزہ ہوتی ہے۔ جہاں بھی، جس گھر میں بھی اس کا خیال رکھا جائے تو وہاں غذا کا حاصل بھی ہوتا ہے، تعمیر بدن بھی ہوتی ہے اخراجات بھی کم ہو جاتے ہیں اور یہ جناب وغیرہ نہیں کھا سکتے۔ ماخوذ از "اکرم التفاسیر"

تعاون

تاجران کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ
منٹگمری بازار فیصل آباد فون 041-2617075-2611857

اکرم التفاسیر سے اقتباس......

امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہٗ کے فی البدیہہ خطابات پر مشتمل منفرد انداز کی پہلی بیانیہ تفسیر قرآن حکیم

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 11-07-2008

الحمدللّٰہ رب العٰلمینo

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وَّالہٖ

واصحابہٖ اجمعینo

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیُمo

ان الذین توفٰھُمُ الملٰئِکۃ............ وکان اللّٰہ

غفوراً رحیماًo سورۃ النساء آیات ۹۷ تا ۱۰۰

اللّٰھُم سبحٰنک لا علملناَ الا ما علمتنا اِنَکَ انت

العلیمُ الحکیم

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً

عَلٰی حَبِیبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُرُوا

انسان اشرف المخلوقات ہے اوراس کا قول وفعل اتنا متاثر کن ہے کہ وہ نہ صرف اسکی اپنی ذات کو متاثر کرتا ہے بلکہ پورے ماحول اور معاشرے پراثر انداز ہوتا ہے اگر کوئی نیک بات کہتا ہے نیک عمل کرتا ہے، اتباع سنت میں کوشاں ہے اور وہ یہ سب کام خلوص سے کرتا ہے تو اسکے پرخلوص قول وفعل کے انوارات وبرکات دنیا کی بھی آبادی کا سبب بنتے ہیں۔ دنیا میں انسانوں کے مسائل حل ہوتے ہیں اورانہی اقوال افعال کے اثرات انسانوں کو عذاب الٰہی سے بچانے کا بھی سبب بنتے ہیں اوران کا اخروی اجر بھی یقینی ہے جو انہیں ابدالآباد کی زندگی میں نصیب ہوگا لیکن اگر کوئی برائی کرتا ہے تو وہ تنہا اسکی ذات کے لئے ہی تباہ کن نہیں ہوتی، اس کا اپنا ضمیر، مزاج، اسکی روح اوراس کا کردار ہی خراب نہیں ہوتا بلکہ اس کے ہرقول وفعل سے اثر پھیل کر پورے ماحول کو آلودہ کردیتا ہے جس کے نتیجے میں روئے زمین پر فسادات بپا ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ظھرا الفساد فی البرو البحر بما کسبت ایدی الناس (الروم آیت ۴۱) روئے زمین پر خشکی وتری میں فساد برپا ہوگیا لوگوں کے کردار کی وجہ سے یعنی جب لوگوں کا عمومی کردار خراب ہوتا ہے تو اس کا ایک اثر تو خرابی کرنے والے کی ذات کو پہنچتا ہے اور ایک اثر اس کے پورے ماحول کو متاثر کرتا ہے اوراُخروی تباہی تو اس کے نتیجے میں یقینی ہے سوائے اس کے کہ بندہ تائب ہوکر اصلاح احوال کرلے۔

ظاہری ماحول کی حفاظت اورصفائی کے لئے تو اب ہمارے ملک میں بھی وزارت ماحولیات بن گئی ہے جس کا مقصد فضا کو آلودگی سے پاک رکھنا ہے کہ گاڑیوں، فیکٹریوں اوربسوں کے دھوئیں سے ماحول کو بچایا جائے اس کی اصلاح کے لئے دھواں دینے والے انجن کو درست کیا جاتا ہے یعنی جب انجن میں خرابی ہوتو وہ ماحول کو آلودہ کرتا ہے بالکل اسی طرح فرد کی ذات میں بُرائی ہوتو اس کا اثر پورے ماحول تک جاتا ہے۔ مادی ماحول وفضا کی حفاظت کی طرف تو آج کے انسان کی نگاہ جاتی ہے کردار کی آلودگی سے خشکی وتری میں جوفساد پھیلتا ہے اس کی طرف توجہ کیوں نہیں جاتی؟ اس لئے کہ جب دین نہ

ہو' روح زندہ نہ ہو' حضور نبی کریم ﷺ سے تعلق استوار نہ ہو تو نگاہ محدود ہو جاتی ہے مادی اشیاء سے آگے تک کی سوچ ہی نہیں آتی اسی لئے بین الاقوامی سطح تک ماحولیات کی حفاظت کے لئے بنائے گئے ادارے بے حد متفکر ہیں اور "اوزون" کے قدرتی حصار کے خراب ہونے اور اس قدرتی حفاظت کو قائم رکھنے کے لئے کوشاں ہیں "اوزون" قدرت کی عطا کردہ فضا کی ایسی حفاظتی تہ ہے جو سورج کی ہلاکت آفرینیوں سے' اسکی خطرناک تمازت کے اثرات سے انسانوں کو بچاتی ہے۔ سورج کی تمازت اس حفاظتی تہہ سے چھن کر حیات بخش دھوپ بن کر انسانوں تک پہنچتی ہے اگر فضائی حفاظت کا یہ حصار ٹوٹ جائے تو پھر سورج آگ بن کر دنیا پر برسے گا۔ اس تباہی کو تو پہلے سے محسوس کیا جا رہا ہے اس کی پیش بندی کے لئے اصلاحات ہو رہی ہیں اس لئے کہ ہماری عقل اور ہمارا ظاہری علم ہمیں یہی کچھ سمجھاتا ہے کہ عقل کی رسائی ہی مادی ضروریات مادی فوائد اور مادی نقصانات تک ہی ہے وہ مادی ضروریات کی تکمیل کے لئے ہی بنائی گئی ہے اور اسکی پہنچ وہیں تک ہے اس سے آگے کی باتیں سمجھنا قلب کا کام ہے دل میں جب تک نور ایمان نہ ہو اس میں حیات نہیں۔ نور ایمان کے بغیر وہ مردہ ہے اور نور ایمان نصیب ہو تو حیات کے بھی مختلف مدارج ہیں جیسے ایک شیر خوار بچہ بھی زندہ ہے اور ایک تنومند صحت مند جوان بھی زندہ ہے ایک ضعیف اور کمزور بزرگ بھی زندہ ہے۔ زندہ تو تینوں ہیں لیکن تینوں کے زندہ ہونے میں کتنا فرق ہے۔ یہی فرق دل کی قلب کی حیات میں بھی ہے جب دل کو حیات بھی نصیب ہو اور برکات نبوت بھی نصیب ہوں تو اس میں وہ قوت و بصیرت وہ دور بینی آجاتی ہے کہ بندہ اپنے لمحات کو قیمتی سمجھ کر اُن کو گن گن کر بھلائی کے کاموں میں بسر کرتا ہے اور جنھیں یہ چیزیں نصیب نہ ہوں وہ صرف زندگی گزارتے ہیں اُسے بسر نہیں کرتے۔ اسکی مثالیں آج کے ماحول میں دیکھی جا سکتی ہیں بے شمار ایسے لوگوں ہیں جب ان سے پوچھیں کیا ہو رہا ہے؟ "تو وہ کہتے ہیں بس وقت گزار رہے ہیں"۔ بھلا جس بندے کو رب العالمین نے گن کر سانسیں دی ہوں اور جس کے پاس گنتی کے لمحات ہوں وہ انہیں فضول کیوں گزار رہا ہے اس لئے کہ اسے یہ احساس ہی نہیں کہ اس کی قیمت کتنی ہے!

ان آیات مبارکہ میں انسانی کردار اسکی مہلت عمل' اللہ کے انعامات' بندے کے کردار اور ماحول پر اسکے اثرات اور بالآخر موت کے وقت اس کی حالت کا بیان ہے کہ ایسے لوگوں کی مہلت عمل جب تمام ہو جاتی ہے اور موت کے فرشتے قبض روح کے لئے آجاتے ہیں تو وہ دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے تو اپنے آپ کو اپنی جان کو اپنے نفس کو اپنے ضمیر کو اپنے قلب و باطن کو اپنی روح کو اللہ کریم کی نافرمانیوں سے آلودہ کر رکھا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں فیم کنتم۔ تم دنیا میں کہاں رہے؟ کیا کرتے رہے کہ تمہارے تو بدن سے روح تک سب کفر و شرک بُرائی و بدکاری سے آلودہ ہے! ایسے ہر فرد سے وہ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا تو دنیا میں اس لئے آیا تھا؟ تجھے اللہ نے اس لئے مہلت عمل دی تھی؟

اللہ نے تو انبیاء مبعوث فرمائے اور اپنی رحمتوں کی انتہا کر دی کہ نبی رحمت ﷺ مبعوث فرمائے جنھیں وہ قوت عطا فرمائی کہ بعثت عالی سے لے کر قیامت تک آنے والے ہر طالب ہدایت کا تزکیہ فرما دیں تو یہ بندہ کہاں رہا؟ جب اتنا نور برس رہا تھا' جب اتنی رحمتیں برس رہی تھیں' اتنی بخشش عطا ہو رہی تھی رمضان المبارک کے مہینے گزرے جمعتہ المبارک کی مبارک ساعتیں گزریں' اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ارشادات بیان ہوتے رہے' اللہ کا ذکر ہوتا رہا' ہر طرح کی مبارک محفلیں سجتی رہیں تو یہ کیا کرتا رہا؟

فرشتے حیران ہو کر اس سے سوال کرتے ہیں آخر تم انسان تھے' اللہ نے تمہیں انسانی زندگی دی تھی انسانی شعور سے نوازا تھا' بھلائی بُرائی

میں تمیز کرنے کا سلیقہ دیا تھا تو تم نے عمر کہاں کھپا دی؟ کیا کرتے رہے ہو؟فیما کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض ۔ موت کے منہ میں جانے والے شخص سے فرشتوں کے یہ سوال وجواب ہو رہے ہوتے ہیں اور دنیا والے یہ دیکھتے ہیں کہ بندے کی نظر ایک جگہ ٹک گئی ہے وہ نہ کسی کی بات سنتا نظر آتا ہے نہ کسی اور کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُسے تو اس وقت موت کے فرشتے نظر آتے ہیں وہ اُن کی طرف متوجہ ہوتا ہے درحقیقت ان کے ساتھ مصروف ہوتا ہے ان آیات میں ظالموں کی موت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ جب فرشتے ان سے کہتے ہیں فیم کنتم تم کیا کرتے رہے تمہیں عمر اس لئے تو نہیں ملی تھی کہ کفروشرک گناہوں اور غلاظتوں سے روح کو آلودہ کرلو تمہیں تو دنیا میں اللہ نے اس لئے بھیجا تھا کہ معرفت الٰہی کے درجات اعلیٰ حاصل کرتے ۔ رحمتہ اللعالمین کی رحمتوں کے مزے لوٹتے سینہ ودل روشن کرتے روح قلب وباطن اور ضمیر کو پاکیزہ کرتے اللہ کا قرب پاتے تو آج تمہارے استقبال کے لئے جنت کے فرشتے آتے جنت کے لباس لاتے جنت کی خوشبوئیں لاتے تمہیں نہایت عزت واحترام سے لیکر جاتے لیکن تم ہو کہ گناہوں کی غلاظت ہمیں تمہارے قریب نہیں آنے دیتی تم سے بدبوؤں کے طوفان اٹھ رہے ہیں ہم آگ کا لباس' دوزخ کی زنجیروں لئے پھرتے ہیں تم نے اپنی مہلت عمل کہاں ضائع کر دی؟ ساٹھ' ستر' اسی' سو برس تم کیا کرتے رہے؟اس وقت وہ بندہ جو کفروشرک میں مبتلا رہا جو گناہوں میں غرق رہا جس نے توبہ کا راستہ نہ اپنایا جس نے سنت چھوڑ کر بدعات اور رسومات میں زندگی گزاری جو بے ایمانی سے دولت کمانے کو ہوشیاری اور دانائی وعقلمندی سمجھتا رہا جو جھوٹ بول کر عہدے چیک کرنا ہے لینے کو اپنی کامیابی کی دلیل قرار دیتا رہا' وہ یہ جواب دیتا ہے کنا مستضعفین فی الارض ہم تو عام آدمی تھے کمزور لوگ تھے جس ملک ومعاشرے میں رہتے تھے وہاں طاقتور لوگوں کی بات چلتی تھی' قانون ان کے تھے تعلیمی' معاشی' عدالتی' سیاسی اور معاشرتی نظام ان کا تھا ہماری تو وہاں کوئی حیثیت ہی نہ تھی اور ان کے مطابق زندگی گزارنا ہماری مجبوری تھی ۔ فرشتے جواباً کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس سرزمین کو چھوڑ دیتے جہاں کا آئین ودستور جہاں کے قوانین اور نظام جہاں کا ماحول تمہیں کفروشرک' بُرائی اور اللہ کی نافرمانی پر مجبور کرتے تھے تم ایسے ملکوں میں رہنے کے بجائے جنگلوں پہاڑوں میں چلے جاتے ۔ لیکن کفروشرک اور گناہوں سے آلودہ زندگی تو نہ گزارتے ۔ آج بھی تو تم ساری دنیا چھوڑ کر جا رہے ہو کوئی رشتہ تمہیں رکنے پر مجبور نہیں کرسکا ماں باپ' اولاد' بہن بھائی سب سے جدا ہو رہے ہو آج تو تم یہ کہہ کر نہیں رک سکتے کہ بیوی بیوہ ہو جائے گی' بچے یتیم ہو جائیں گے' والدین پریشان ہو جائیں گے آج بھی تو تم گھربار' دولت' موٹر گاڑیاں' زمین جائیداد' ہر چیز کو چھوڑ کر جا رہے ہو اگر تمہارا گھربار' کاروبار' رشتے ناتے تمہیں اس وقت وہ جگہ نہیں چھوڑنے دیتے تھے تو پھر آج کیوں نہیں روک لیتے؟ جب تمہیں بتا دیا گیا تھا کہ ایک دن یہ ساری دنیا ہی تمہیں چھوڑ کر جانا ہوگا تو پھر جہاں کا ماحول ناپاک تھا' جہاں کے قوانین غیر اسلامی تھے' جہاں کا معاشرہ غیر اسلامی تھا' جہاں تم گناہ آلود زندگی گزارنے پر مجبور تھے اس ملک کو اس ماحول کو تم نے کیوں نہ چھوڑا؟الم تکن ارض اللہ واسعۃ' اللہ کی زمین کیا وسیع نہیں تھی؟ فتھاجروا فیھا ۔ تم کہیں ہجرت کر جاتے کسی ایسی جگہ چلے جاتے جہاں کم ازکم نیکی کرنے پر کوئی پابندی تو نہ ہوتی کوئی تمہیں اللہ کے راستے پر چلنے سے نہ روکتا' حلال کھانے سے نہ روکتا' شرک کرنے پر مجبور نہ کرتا تم وہاں چلے جاتے ۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ سب بہانے ہوتے ہیں جس طرح میڈیکل

کے ذریعے علاج کرنے والے معالج کہتے ہیں کہ مچھر تو بہت سارے انسانوں کو کاٹتا ہے لیکن ہر ایک کو ملیریا نہیں ہو جاتا۔ ملیریے کے جراثیم دراصل جس بندے کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں مچھر کے کاٹنے سے وہ Activate ہو جاتے ہیں اُن میں حیات آ جاتی ہے متحرک ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ گناہ کے جراثیم بندے کی ذات کے اندر ہوتے ہیں بُرائی کی خواہش اس کے اندر ہوتی ہے لوٹ مار کرنے اور طمع کا مادہ اندر ہوتا ہے جب بُرائی کے مواقع آ ئیں بُرائی کا ماحول میسر آئے تو وہ ماحول اس کو متحرک کر دیتا ہے۔ یہی حال ہمارے معاشرے کا ہے ہم میں سے ہر ایک کے اندر یہ جراثیم ہیں ماحول سے متاثر ہو کر یہ متحرک ہو جاتے ہیں حضور ﷺ کی بعثت کی رحمتیں بھی اسی طرح عام ہیں ہر ایک کے لئے یہ در رحمت وا ہے اپنے لئے رحمتیں سمیٹ کر اپنے اندر نیکی کا نور انڈیل سکتے ہیں جب اندر نیکی آئے گی تو ماحول سے غلط اثر لینے کے بجائے ماحول کو نیکی کے اثر سے پُر نور کر دے گی لیکن ہم نے بحیثیت قوم ساٹھ سال سے پاکستان میں کیا نیکی پھیلائی۔ ہم نے ساٹھ برسوں میں وطن عزیز میں کیا کمال کر دکھایا؟ ہم نے انگریز سے کیسی آزادی لی؟ گورے انگریزوں نے ہمیں کالے انگریزوں کی غلامی میں دے دیا۔ آزادی کا مطلب تھا نظام کی تبدیلی انگریزی نظام کے بجائے اسلامی نظام کا نفاذ، لوگوں نے اپنی جانیں لا الٰہ الا اللّٰہ کے لئے دیں اسی کلمے کیلئے اسی اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے گھروں کے گھر شہروں کے شہر صوبوں کے صوبے اُجڑ گئے اور لٹے پٹے قافلے ناگفتہ بہ حال میں وطن عزیز میں داخل ہوئے لاکھوں لوگ راستوں میں رہ گئے پاکستان نہ پہنچ سکے اور جو اتنی عظیم قربانیاں دے کر پہنچ سکے وہ بڑی اُمیدیں لے کر آئے۔ قدرت اللہ شہاب نے مہاجرین کے وطن آمد پر ہونے والے واقعات کے بارے "یا خدا" نامی ایک چھوٹی سی کتاب لکھی تھی اس میں بہت سے دردناک واقعات درج ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مہاجرین کے قافلے آ کر ٹھہرتے جس جگہ بعد میں پنجاب کے چیف منسٹر وائیں صاحب نے باب پاکستان بنانے کی تجویز دی بلکہ کروڑوں روپے اس کام کے لئے مختص ہوئے پھر وہ بنا یا نہ بن سکا لیکن ہمارا کردار یہ ہے کہ اللہ کے نام پر یہ ملک حاصل کیا گیا اور لٹے پٹے قافلے جب وطن عزیز کی سر زمین پر اُترتے تو اس وقت کے ارباب اقتدار وزراء اور اعلیٰ سول آفیسر وہاں سے نوجوان لڑکیاں اٹھواتے اور اپنی ہوس کا نشانہ بناتے یہ وہ بچیاں تھیں جو سکھوں اور ہندو بلواؤں سے عزت بچا کر یہاں پہنچیں اور پاکستان پہنچنے پر ہندوؤں اور سکھوں کی حسرت مسلمان افسروں نے یہاں پوری کر لی اور اسی جگہ پر مہاجرین کی یادگار بنانے کے لئے ملک کے کروڑوں روپے ضائع ہوئے۔

جب انگریز ہندوستان پر حکمران ہوا اس نے مسلمانوں کے جاری کردہ آئین و دستور اور ملک میں رائج اسلامی نظام کو بیخ و بُن سے اکھاڑ کر نو آبادیاتی نظام رائج کر دیا ہمارے آج کے دانشور جو یہ کہتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے بعد روئے زمین پر کبھی کہیں بھی اسلام نافذ نہیں رہا یہ نہایت لغو بات ہے برصغیر میں اس وقت اورنگ زیب عالمگیر کی نگرانی میں ماہرین اور علمائے کرام نے ملک کا آئین و دستور بنایا تھا جو آج بھی علماء کرام اور مفتیان کرام کے پاس "فتاویٰ عالمگیری" کے نام سے موجود ہے جس کی سند کے ساتھ مفتیان کرام آج فتوے جاری کرتے ہیں۔ انگریز نے مسلمانوں کے آئین و دستور کو ختم کر کے ایسا رذیل نظام جاری کیا جس کا مقصد عوام کو غلامی کے شکنجے میں قید رکھنے کے سوا کچھ نہ تھا اس نظام نے غلام عدالتیں بنائیں وہ قوانین بنائے جو غلاموں کے لئے تھے اسی لئے برصغیر میں موجود انگریز پر اگر کوئی فرد جرم عائد ہوتی تو اسے انگلستان بھیجا جاتا

اس کا مقدمہ وہاں دائر ہوتا اس لئے کہ وہ آزاد قوم کا فرد تھا آزاد ملک کا شہری تھا وہ آزاد ملک میں جاتا جہاں کی عدالتیں آزاد تھیں لہٰذا انگریز کا مقدمہ انگلستان کی آزاد عدالتوں میں سنا جاتا اور فیصلے دیے جاتے جبکہ یہاں کے لوگوں کے مقدمات مقامی عدالتیں سنتیں کہ یہ لوگ غلام تھے اور قوانین غلاموں کے لئے تھے۔ جب برصغیر میں یہ صورت حال ہوئی تو علمائے کرام نے برصغیر کو دارالحرب قرار دے دیا اور فتویٰ دے دیا کہ دارالحرب میں نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی اور دارالحرب میں مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ اپنی ظہر ہی ادا کریں گویا آزادی اتنی بڑی ضرورت ہے کہ اگر مسلمان آزاد نہیں تو وہ جمعۃ المبارک کی سعادت سے محروم ہو جائیں گے اس فتویٰ کے بعد جمعہ منعقد نہ ہوا۔ انگریز کی شیطانی حکمرانی طول پکڑتی گئی اور ایک صدی پر محیط ہوگئی۔ علماء نے اس پر سوچ بچار کی کہ اگر حالات طول پکڑ گئے تو لوگ جمعہ پڑھنا ہی بھول جائیں گے اتنے اہم فرض سے غافل ہو جائیں گے لہٰذا یہ طے پایا کہ فقہی حکم تو تبدیل نہیں ہو سکتا احتیاطی تدبیر کے طور پر جمعہ منعقد تو کیا جائے لیکن اس کے ساتھ چار رکعت ظہر ادا کی جائے تقسیم ملک سے پہلے کے لوگ جانتے ہیں اور ہم بھی اگرچہ بچے تھے لیکن بڑوں کے ساتھ جمعہ پڑھنے جاتے تو بعد میں چار رکعت ظہر احتیاطاً پڑھا کرتے تھے تمام مسلمان ایسے ہی کرتے تھے کہ معلوم نہیں جمعہ ہوا یا نہیں لہٰذا احتیاطاً ظہر پڑھنا چاہیے۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ایسا کیوں ہوا؟ کیا اس لئے کہ برصغیر میں انگریز رہتے تھے؟ نہیں! مسلمان ریاستوں میں عیسائی، یہودی اور دیگر غیر مسلم رہتے رہے ہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ انگریز نے اسلامی نظام بدل کر اپنا ایجاد کردہ نوآبادیاتی نظام رائج کر دیا تھا تبدیل نظام کے باعث برصغیر دارالحرب ٹھہرا۔

جب پاکستان بنا تو کیا انگریزوں کا غلاموں کے لئے بنایا ہوا عدالتی نظام بدل گیا؟ اور اسلامی نظام رائج ہو گیا؟ غلاموں کے لئے ترتیب دیا ہوا سیاسی نظام بدل گیا؟ تعلیمی نظام بدل گیا؟ کیا تبدیلی آئی؟ جب نظام وہی ہے تو مجھے بھی آج یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ وطن عزیز آج بھی دارالحرب ہے کیونکہ اس پر وہی کافرانہ نظام مسلط ہے انگریز، بدیسی گورے چلے گئے اور دیسی گورے آ گئے بس اتنا ہی فرق پڑا ہے وہی غلامانہ ذلت وخواری ہے اور حالات انگریزوں کے دور سے زیادہ بدتر ہو چکے ہیں انگریزوں کو اپنی حکمرانی قائم رکھنے کے لئے عوام کو اپنی حمایت میں رکھنے کے لئے ان کی ضروریات زندگی کا خیال رکھنا ضروری تھا کسی حد تک امن وامان قائم رکھنا ان کی ضرورت تھی لہٰذا وہ قیام امن اور انصاف بہم پہنچانے کی اتنی کوشش کرتے تھے جتنی انکی حکومت قائم رکھنے کے لئے ضروری تھی اُن کے جانے کے بعد تو یہ آوارہ بھیڑوں کا گلہ بن چکا ہے جس کے چرواہے بھیڑیئے بن گئے ہیں بھیڑیوں کو چیر پھاڑ کر کھانے سے غرض ہے انصاف کے نام پر جو کچھ انگریز دیتا تھا اسی نظام میں انصاف اب بکاؤ شئے ہے۔ بازار سجا ہوا ہے ہر چیز یہاں بکتی ہے سرمایہ ہے تو خرید و جو خریدنا چاہو۔ انصاف خریدنا ہے تو لوگ بتاتے ہیں کہ عدالت خرید و وکیل کرنے کے بجائے جج کرو وکیل کو فیس نہ دو بلکہ جج کو رقم دو کوئی فیصلہ کروانا ہے تو جج کو پیسے دو۔

جب انگریز حکمران تھے تو انگریز فوج مسلمانوں کو مارتی تھی مسلمان محکوم تھے اور انگریز غیر ملکی ظالم حاکم اُن کا ظلم تو سمجھ میں آتا ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جس فوج کو ہم تنخواہ دے رہے ہیں وہ ہمیں کیوں مار رہی ہے!۔

ہماری فوج ہماری حفاظت کرنے کے لئے ہم سے تنخواہ لیتی ہے اور ہمیں ہی گولیوں سے بھون ڈالتی ہے۔

ان تمام قباحتوں کے باوجود ایک بات ہمیں ماننا پڑتی ہے کہ اگر ہم

نیکی کرنا چاہیں تو کوئی ہمیں روکتا نہیں ہم سود نہ لینا چاہیں تو ہمیں کوئی مجبور نہیں کر ۔۔۔ ام نہ کھانا چاہیں تو کوئی ہمیں زبردستی نہیں کھلاتا رشوت نہ لینا چاہیں تو کوئی ہمیں مجبور نہیں کرتا اور اذان کہنا چاہیں سجدہ کرنا چاہیں تو کوئی ہمیں روکتا نہیں اس لئے ہم روزے بھی رکھتے ہیں باجماعت نماز بھی ادا کرتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ جب ہمیں نیکی سے کوئی منع نہیں کرتا تو پھر ہم جاننے کی کوشش کریں کہ ہم من حیث القوم بُرائی کی طرف کیوں دوڑ رہے ہیں؟ تو پتہ چلتا ہے کہ اس میں سارا قصور معاشرے اور حکومت کا نہیں ہے ہمارے اپنے اندر بے ایمانی کے جراثیم موجود ہیں' ہمارے اپنے دل صاف نہیں ہیں' ہماری روحیں زندہ نہیں ہیں ہمارا اپنا تعلق محمد رسول اللہ ﷺ سے بن ہی نہیں سکا بنتا تو اس میں لذت آتی اور ہم اس کے دیوانے ہوتے۔

لذت ایں مے ناشناسی نچشی

شاعر نے کہا تھا تم اس پر تنقید تو کرتے رہتے ہو لیکن جب تک تم خود اس کو پیو گے نہیں تم اس لذت سے آشنا کیسے ہو گے؟ جب ہم نے نبی رحمت ﷺ سے رشتہ جوڑا ہی نہیں تو آشنا کیسے ہوں گے؟ اس نام کی ہم نے ایک رسم ادا کر دی رسم اور رشتے میں بڑا فرق ہوتا ہے ہمارے لوگ جب امریکہ یا یورپ جاتے ہیں تو وہاں رہائش حاصل کرنے کے لئے ایک طریقہ کار اختیار کرتے ہیں اُسے Paper marriage کہتے ہیں یعنی کاغذوں میں شادی غیر ملکی لڑکا ملکی لڑکی کو کاغذوں میں بیوی ظاہر کرتا ہے لڑکی اس کے عوض کچھ رقم لیتی ہے اس کے علاوہ ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہوتا اس کاغذی شادی کے سبب لڑکے کو اس ملک میں رہنے کی اجازت مل جاتی ہے اور چند سال بعد وہاں کی شہریت حاصل ہو جاتی ہے اس کے بعد اس لڑکی کو رقم ملنا بند ہو جاتی ہے اور معاملہ اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ ہم نے بھی اسلام کو قبول نہیں کیا اسلام کیساتھ پیپر میرج کی ہوئی ہے۔

پیپر میرج میں تعلق اور رشتہ نہیں ہوتا رشتے کا پاس نہیں ہوتا' میاں بیوی بن کر نہیں رہتے ان کے ہاں اولاد نہیں ہوتی اولاد کی پرورش نہیں ہوتی نہ کوئی تعلق نہ ذمہ داری۔ ہماری اکثریت نے بھی اسلام سے پیپر میرج کر رکھی ہے۔ نہ دل سے کلمہ پڑھا نہ تعلق بنا۔ اگر کوئی دل سے کلمہ پڑھ لے تو اس کلمے میں اتنی قوت ہے اتنی طاقت ہے کہ اگر صدیوں سے کفر و شرک کسی پر مسلط ہو تو صرف یہ کلمہ قبول کر لینا ہی اس کے کفر و شرک کو لمحوں میں اُتار کر بندے کو خالص کر دیتا ہے صرف ایک بار کلمہ قبول کر لیا عمر بھر کے کفر و شرک سے پاک کر کے خالص اللہ کے لئے مخلص کر دیتا ہے اس طرح جیسے اس نے آج تک کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ ہمیں اسی اسی برس ہو گئے کلمہ پڑھتے ہوئے ہماری اصلاح ہوتی ہی نہیں۔ ادھر حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر کوئی کافر ستر اسی برس کفر میں گزار کر ایک مرتبہ سچے دل سے کلمہ پڑھ لے تو وہ اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اس نے آج تک کوئی گناہ کیا ہی نہیں گویا وہ آج ماں کے پیٹ سے جنا ہے۔ کلمے میں اتنی طاقت ہے کہ ہر گناہ پر جرم دھل کر بندہ پاک ہو کر اللہ کے روبرو ہو جاتا ہے اللہ کے نبی ﷺ کے روبرو ہو جاتا ہے تو ہمیں تو یوں صدی بیت گئی کلمہ پڑھتے ہمیں نہ اللہ کے موجود ہونے کا احساس ہے نہ اللہ کے نبی ﷺ کی ناراضگی کا ڈر ہے ہم نے کیسے کلمہ پڑھا ہے کہ ہمارا اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ سے رشتہ ہی استوار نہیں ہوا۔ ہماری اسلام سے پیپر میرج ہی ہوئی ہے جس میں ہم خود کو مسلمانی کا دھوکہ دیتے ہیں کیا کوئی مسلمان ہو کر نماز نہ پڑھنے کی عادت بنائے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا من ترک الصلوة متعمداً فقد کفروا و کما قال رسول اللہ ﷺ علمائے حدیث اسکی شرح میں لکھتے ہیں کہ ایسے شخص نے دعویٰ تو اسلام کا کیا اور کام کافروں جیسا کیا عمداً نماز چھوڑنا مسلمان کو زیب نہیں دیتا یہ تو کافر کا شعار ہے اسی طرح ہم کھاتے سود

ہیں نام ہم نے اس کا منافع رکھ دیا ہے میاں نواز شریف کی حکومت میں شریعت کورٹ نے سود حرام قرار دے دیا میاں صاحب وزیراعظم تھے وہ اسے سپریم کورٹ لے گئے وہاں پھر اسکی ساعت نہ ہوسکی میاں صاحب کی حکومت گئی اور نو سال مشرف نے بھی گزار لئے۔ اب پھر میاں صاحب اور زرداری صاحب آ گئے لیکن اس اپیل کی ساعت سپریم کورٹ نے ابھی تک نہیں کی۔ لیکن اس عرصے کے دوران کیا ہمارے کلمے نے ہمیں سود کھانے سے روک دیا؟

حکومت تو مجبور نہیں کرتی پھر ہم اپنا سرمایہ بلاسودی کھاتے میں کیوں نہیں رکھتے؟ بلکہ میاں صاحب نے تو یہ بھی کرم فرمایا کہ سود کو سود نہ کہا جائے مارک اپ کہا جائے یعنی کُتے کا نام دنبہ رکھ لیں اور کھاتے رہیں تو کیا نام بدلنے سے کُتا دنبہ ہو جائے گا؟ کیا نام بدلنے سے سود حلال ہو جائے گا؟ کیا سود کو منافع کہہ کر یا مارک اپ کہہ کر حلال سمجھا جاسکتا۔ کتے کو بکرا کہہ کر کھا جانے سے کیا وہ حلال ہو جائے گا؟ بیماری تو یہاں تک بڑھ گئی کہ کسی شخص نے مجھے بتایا کہ وہ اپنے کسی کام سے ڈاک خانے گیا تو باتوں باتوں میں پتہ چلا کہ ڈاک خانے میں پیسے جمع کروائیں تو بینک سے زیادہ سود ملتا ہے اسی اثناء میں اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نہایت عجلت میں تھا اور اپنی رقم پر جمع شدہ سود کی رقم کے بارے استفسار کر رہا تھا ڈاک خانے کے کارندے نے حساب لگا کر اسے بتایا کہ اسکی سود کی رقم ایک لاکھ اور چند ہزار ہو چکی تھی وہ شخص پوری رقم یک مشت لینے کا مطالبہ کر رہا تھا ڈاک خانے والے نے اس سے پوچھا کہ وہ اتنی رقم کو کیا کرے گا اس نے کہا کہ اسے حج کے لئے رقم جمع کروانی ہے اور اتفاق سے سود کی رقم اس کے لئے کافی ہوگئی ہے لہٰذا اصل رقم کی ضرورت نہیں صرف سود ہی کافی ہے۔ گویا اتنی دلیری آ گئی ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ جو سود نہیں چھوڑے گا اس کا اللہ اور اللہ کے رسول سے اعلان جنگ ہے اور بندہ اتنا دلیر ہو جائے کہ سود کی رقم لیکر بیت اللہ بھی جائے روضہ اطہر پر بھی جائے اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے جنگ بھی کرے تو یہ تو ایسے ہی ہے جیسے وہ کہہ رہا ہو کہ دیکھ لیں میں تو سود کھاتا ہوں یہ اخراجات بھی سود سے پورے کر کے یہاں آ گیا ہوں آپ نے میرا کیا بگاڑ لیا ہے (معاذ اللہ)

ایسے ہی لوگوں پر جب موت آتی ہے تو پھر کہتے ہیں کہ ہم تو مجبور لوگ تھے ہم تو معاشرے کے طاقتور لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق ہی عمل کرتے رہے فرشتے کہتے ہیں اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ تم مجبور تھے تو اللہ کی زمین کیا وسیع نہیں تھی۔ کسی ایسی جگہ چلے جاتے ہیں جہاں نیک لوگ ہوتے اطاعت گزار لوگ ہوتے وہاں کا ماحول پاکیزہ ہوتا تمہیں یاد الٰہی نصیب ہوتی عبادات نصیب ہوتیں کھانے کو حلال ملتا اور تم اللہ کی فرمانبرداری کی زندگی گزار سکتے۔ لیکن اب یہ بہانے نہیں چلیں گے فاولٰئک ماوٰھم جھنم اب تم اس انجام کو پہنچ گئے ہو جو تم نے زندگی بھر اللہ کی نافرمانی کر کے پایا ہے اب تم ہو جہنم کی آگ ہے، جہنم کی زنجیریں ہیں آگ کا لباس ہے اور یہ سب تم نے اپنے لئے خود پسند کیا ہے وساءت مصیراً یہ بہت بُری جگہ ہے جو تم نے اپنے لئے چنی ہے جس کے لئے تم نے عمر لگائی زندگی ختم کر دی اور حاصل کیا کیا۔ جہنم! جو بہت ہی بُری جگہ ہے۔ المستضعفین من الرجال والنساء ہاں ایسے معاشرے میں کچھ لوگوں کے رہ جانے کا جواز بھی ہے ایسے لوگ واقعی مجبور ہوتے ہیں اور اس مجبوری کے باعث بُرے معاشرے میں رہ سکتے ہیں یعنی بہت مجبور و معذور مرد و خواتین ایسے جو نہ تو سفر کر سکتے ہیں نہ اپنی زندگی کا کچھ سامان آبادی سے باہر جا کر کر سکتے ہیں وہ اتنے کمزور معذور و مجبور افراد ہیں جو نہ تو آبادی سے باہر کے راستوں سے واقف ہیں نہ اپنی زندگی کے لئے اسباب و وسائل پیدا کر سکتے ہیں۔ فاولٰئک عسی

اللہ ان یعفو عنھم ایسے لوگوں کے بارے اللہ کی مغفرت سے امید رکھنی چاہیے۔ کہ اس بُرے معاشرے میں وہ اگر اللہ کو یاد کرتے رہے تو وہ انہیں معاف فرما دے گا۔ وکان اللہ غفوراً رحیماً اور اللہ کی تو شان ہی یہ ہے کہ وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اللہ کی تو شان کو یہ زیبا ہے کہ وہ بندوں کو بخشے اور ان پر رحم کرے لیکن جو خود اللہ کی رحمت کو ٹھکرا کر جہنم کی طرف بھاگے تو یہ اس بندے کا اپنا فیصلہ ہے اللہ کسی پر زیادتی نہیں کرتا ولکن کانوا انفسھم یظلمون (البقرہ ۵۷) بلکہ لوگ اپنے آپ پر خود ظلم کرتے ہیں۔

ہمیں وطن عزیز جیسی عظیم دولت کا اندازہ کرنا چاہیے کہ ہزار خرابیوں کے باوجود یہاں ہمیں نیکی کرنے سے کوئی نہیں روکتا اس کے باوجود جب ہم نہیں کرتے تو پھر ہمیں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے۔ اللہ کریم ہمیں ہدایت دے مسلمانوں کو توفیق دے کہ اس نو آبادیاتی نظام کو اکھاڑ پھینکیں اور اسلام نافذ کریں تا کہ ملک واقعی آزاد ہو۔ ملک افراد کے بدلنے سے نہیں نظام کے بدلنے سے آزاد ہوتے ہیں۔ جبتک ہم مسلمان بحیثیت مسلمان اسلام کا عادلانہ نظام سلطنت معیشت و معاشرت نافذ نہیں کریں گے غلامی بدستور جاری رہے گی۔ یورپین گوروں کی نہ سہی دیسی گوروں کی سہی۔ اللہ ہمیں غلامی کی اس لعنت سے نکلنے کی توفیق دے جرات رندانہ دے توفیق عمل دے قوت جہاد دے نور ایمان دے اور اپنا اور اپنے نبی ﷺ کا عشق نصیب کرے۔ آمین

دار العرفان منارہ میں

اعتکاف

کی سعادت
حاصل کریں

حسب سابق اس بار بھی رمضان المبارک کے آخری عشرے کے دوران مرکز دار العرفان منارہ ضلع چکوال میں اعتکاف کے لئے اجتماع ہوگا۔ احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہو کر فیض یاب ہوں۔

رہائش اور سحری و افطاری کا بندوبست ہوگا۔

موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔

اللہ کی محبت سب محبتوں پر غالب ہو:

اللہ جل شانہ نے اپنی وحدانیت اور قدرت کاملہ کی نشانیوں کا ذکر فرمایا' نور نبوت اور تعلیمات و برکات نبی کریم ﷺ کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ جل شانہ' کے علاوہ دوسروں سے امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں۔ یہ ایک عالمگیر حقیقت ہے کہ دنیا میں بالآخر مجبور ہو کر سب لوگوں کو ایک آخری قوت ماننا پڑتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انہیں اللہ کی معرفت نصیب نہ ہو لیکن عقل انسانی مجبور ہے کہ ایک قوت ایسی مانی جانے جو سب سے آخر' سب سے اوپر ہو اور جس سے اوپر کوئی نہ ہو ورنہ تسلسل لازم آتا ہے اور وہ ختم ہونے میں نہیں آتا کہ اس سے اوپر کوئی ہے' پھر اس سے اوپر بھی کوئی ہے' حتیٰ کہ یہ سلسلہ چلتا چلا جائے گا بالآخر ایک ایسی قوت تسلیم کرنا پڑتی ہے جس سے اوپر کوئی نہ ہو۔ یہ تو عقل کی مجبوری ہے لیکن اللہ جل شانہ' کی پہچان اور اس کی معرفت محض عقل کا کارنامہ نہیں ہے۔ یہ کیفیات قلبی سے متعلق ہے جب تک دل میں نور توحید نہ آئے' تب تک عقل محض ایک طاقت کو مانتی ہے جو سب سے اوپر ہے۔ وہ کون ہے وہ کیسا ہے اس کی ذات کیسی ہے' اس کی صفات کیسی ہیں' عقل اس سے محروم رہتی ہے۔ پھر لوگ کچھ ان دیکھی طاقتوں کو پوجنے لگتے ہیں یا پھر کچھ محسوس طاقتوں سے' اپنے جیسے انسانوں سے یا بتوں سے امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں کہ یہ میری حفاظت کرے گا میری ضرورتیں پوری کرے گا اس کو شریک کہا جاتا ہے اللہ کی ذات میں کسی کو شریک کیا جائے' یہ شرک ہے۔ اس کی صفات میں کسی کو شریک مانا جائے تو یہ بھی شرک ہے۔

ماخوذ از ''اکرم التفاسیر''

تعاون

اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پُل کوریاں' سمندری روڈ فیصل آباد فون 2-041-266757

نزولِ قرآن کا مقصد

امیر محمد اکرم اعوانؒ
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 26-11-2004

الحمدللّٰہ رب العٰلمین o
والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّاٰلہٖ
واصحابہٖ اجمعین o
اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم o
بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیمِ o
وانہ‘ لتنزیل رب العالمین o .... وانہ‘ لفی
زبر الاولین o سورۃ الشعراء آیات ۱۹۲ تا ۱۹۶
اللھم سبحنک لا علملنآ الا ما علمتنا
اِنَّکَ انت العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً
عَلٰی حَبِیبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُرُ

اُنیسویں پارے میں سورۃ الشعراء کی یہ آیات مبارکہ قرآن حکیم کے بارے وضاحت فرماتی ہیں۔

وانہ‘ لتنزیل رب العلمین o یہ اُس پروردگار کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے جو تمام جہانوں کو پالتا ہے‘ سب کا پروردگار ہے‘ سب کا رب ہے ربوبیت ایک ایسی صفت ہے جس میں حیات اور رزق کے سارے شعبے آجاتے ہیں تخلیق سے لیکر دارِ آخرت تک بتدریج حیات کی نمود اور اُس کا پروان چڑھنا اُس کے لئے سارے ضروری اسباب اور وسائل مہیا کرنا اُس کے ہروقت کے ہر حال اور ہر ضرورت سے باخبر رہنا اور ہروقت ہر جگہ ہر حال میں ہر ضرورت کی تکمیل فرمانا۔ تو وہ رب العالمین جو تمام جہانوں کی ساری مخلوق کا خالق بھی ہے اُن کی ہر وقت کی ہر ضرورت سے باخبر ہے اُس کی تکمیل کی قدرت رکھتا ہے قادر ہے اور تکمیل فرماتا ہے‘ پال رہا ہے سب کو یہ قرآن اُس کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ قرآن چونکہ نصاب حیات ہے‘ الحمدللہ ہر مسلمان کے دل میں قرآن کا ایک تقدس ہے قرآن کے لئے ایک احترام ہے ایک ادب ہے‘ قرآن کو دیکھنا بھی عبادت ہے چھونا بھی عبادت ہے پڑھنا بھی عبادت ہے سمجھنا بھی عبادت ہے اور قرآن پر عمل کرنا بھی عبادت ہے لیکن یہ صرف عبادت نہیں ہے یہ نصاب حیات ہے۔ جس طرح چیزیں ایجاد ہوتی ہیں تو اُن کے ساتھ ایک کتابچہ آتا ہے ایک گھڑی ہے اُس کی بکلیٹ ہے کہ اسے اس طرح استعمال کرنا ہے۔ یہ ریڈیو ہے اُس کی بکلیٹ ہے۔ ٹیلی ویژن ہے اُس کی بکلیٹ ہے۔ کمپیوٹر ہے اُس کی ہے۔ کوئی چیز ہے گاڑی ہے اُس کی بکلیٹ ہے کوئی مشین بنتی ہے تو اُس کے ساتھ ایک کتاب بھی پرنٹ کی جاتی ہے کہ اُسے اس طرح سے استعمال کرنا ہے۔ یہ احتیاط ہے اسے دھوپ سے بچانا ہے اسے آگ سے بچانا ہے اسے یہ کرنا ہے اسے وہ کرنا ہے اسی طرح انسانی حیات جو سب سے زیادہ عظیم تر مخلوق ہے رب العلمین کی۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم o انسان کو ہم نے بہت خوبصورت آمیزش سے پیدا فرمایا۔ بہت خوبصورت اندازے سے۔ یعنی اس کا ظاہری وجود اس کے خدوخال اس کے نقش اس کا

رنگ اس کے اعضاء و جوارح ہر چیز خوبصورت انداز سے اور اعتدال سے اور ایک اُس کی نسبت جو ہے اُس میں حُسن ہے۔ اب اگر بازو پاؤں تک لمبا ہو تو کیسا لگے! ٹانگیں چھوٹی بازو لمبے ہوں تو کیا ہو جائے! ایک آنکھ آگے ایک پیچھے ہو تو انسان کا حلیہ کیا ہو جائے! یعنی جو اعضاء و جوارح، وجود کا جو حصہ جس طرح سے جس انداز سے سب سے خوبصورت جو موقع اور محل تھا اُس کے مطابق بنایا پھر سب سے عجیب جو ہے اس میں وہ بات یہ ہے کہ روح اور جسم کی آمیزش یہ بہت خوبصورت تقویم ہے بہت خوبصورت انداز ہے جسم مادہ ہے ٹھوس مادہ جو کثافت کی ایک صورت ہے اور روح..........

قل الروح من امر ربی۔ روح کا تعلق عالم امر سے ہے۔ عالم امر لطیف ترین چیز ہے اور جہاں خلق کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے عالم امر کی ابتدا ہوتی ہے۔ عالم امر میں خلق کا گزر نہیں ہے۔ ولہ الخلق والامر۔ خلق بھی اُس کی ہے اور امر بھی اُسی کا ہے خلق الگ ہے امر الگ ہے۔ اب یہ بڑی عجیب بات ہے کہ عالم خلق کے ایک ٹھوس مادے کو عالم امر کی ایک لطیف حقیقت سے اسی طرح ملا دیا کہ انسانی حیات اُس میں پیدا ہو گئی۔ کوئی پہلو بھی زندگی کا دیکھیں تو اُس میں اُس کی بناوٹ میں بھی ایک حُسن ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت انداز سے پیدا فرمایا ہے۔ اب جس قادر مطلق نے مادے اور روح کا یہ جوڑ بنا کر حیات بنائی پھر اُسی نے کائنات بنائی پھر اُس میں اُس کے رہنے کے اسباب بنائے پھر اُس میں سورج چاند ستارے ہوائیں بادل بے شمار چیزیں بنا کر اُن سب کو زمین کی طرف متوجہ کر دیا اور اُن کے اثرات سے کہیں روئیدگی ہوتی ہے فصل ہوتے ہیں پھل ہوتے ہیں دھاتیں بنتی ہیں تیل ہے زندگی کی ساری ضرورتیں اُس نے وہاں سمو دیں اور ہر شخص کو اُس کا حصہ دیے جا رہا ہے۔ یہی اُس کی ربوبیت کی شان ہے کہ اگر سارا پہلے کھا چکے ہوتے تو آج کے لوگ بھوکے مرتے یا سارا آج کے لوگ کھا لیتے تو بعد میں آنے والے بھوکے مرتے۔ ہر ایک اپنا اپنا حصہ لیے جا رہا ہے۔ یہاں آپ دیکھیں قدرت باری دیکھیں کہ کب سے یہ پہاڑ کھڑے ہیں کتنی دنیا گزر گئی ان میں کتنے خزانے تھے آج کے لوگوں کو اُس نے دے دیے۔ اب پیچھے آنے والوں کے لئے پتہ نہیں اُس نے اور کیا کیا اُس میں رکھا ہوا ہے۔ یہ اُس کے خزانے ہیں تو وہ جو سارے نظام کا خالق بھی ہے مالک بھی ہے چلا رہا ہے اُس نے یہ قرآن نازل کیا ہے۔ اب کہیں کہ جی یہ زندگی کے لئے مشکل ہے یا اس پر عمل مشکل ہے تو ایسا کہنے والا بے وقوف ہے۔ یہ قرآن کسی اور نے نازل نہیں کیا اور زندگی کسی اور نے نہیں بنائی۔ زندگی بھی اُس نے بنائی وجود بھی اُس نے دیا حیات بھی اُس نے دی ضرورتیں بھی اُس نے دیں تکمیل کے ذرائع بھی اُس نے دیے اور یہ ضابطہ حیات بھی اُس نے دیا۔ یہ زندگی کا کتابچہ ہے جیسے گھڑی کے ساتھ ہوتا ہے ریڈیو کیساتھ ہوتا ہے مشینوں کے ساتھ ہوتا ہے موٹر کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح نسل انسانی کے لئے بھی یہ زندگی کا ضابطہ ہے اور اس کے مطابق زندگی گزرے گی تو صحیح گزرے گی اور جہاں اس سے ہٹے گی وہاں خراب ہو جائے گی۔

وانہ لتنزیل رب العلمین. یہ ماؤشما کی بات نہیں ہے۔

اقوام عالم میں قوانین بنتے ہیں لیکن کسی ایک ملک کا قانون دوسرے ملک میں کسی ایک قوم کا ضابطہ دوسری قوم پہ لاگو نہیں ہوتا انسانوں کے بنائے ضابطے وہ اپنی ضرورتوں کا احاطہ نہیں کر سکتے دوسروں کی ضرورتوں کو کیا سمجھیں گے۔ لہٰذا ہر ملک میں الگ قوانین ہیں۔ پھر کوئی حتمی قانون نہیں بنتا بڑے بڑے مدبر قانون ساز اداروں میں جاتے ہیں قانون بناتے ہیں پھر اُس میں ترمیمیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جب اُس کے نفاذ کا وقت آتا ہے تو پتہ چلتا ہے یہاں

بھی کمی ہے وہ خامی ہے یہ ضرورت ہے یا ضرورتیں بدلتی ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہاں یہ قانون جو ہے اس میں اب ترمیم کی ضرورت آ گئی ہے۔

لیکن یہ ضابطہ رب العلمین نے نازل فرمایا ہے جس کے ہاں ماضی و مستقبل نہیں ہر چیز حاضر ہے اور جسے ہر تبدیلی کا پتہ ہی نہیں بلکہ وہ خود تبدیلیاں لانے والا ہے لہٰذا اُس نے ساری اُن تبدیلیوں کو سارے حالات کو اور سارے معاملات کو حل کرنے کے لئے یہ کتابچہ نازل فرمایا۔ اس کتاب کی عظمت یہ ہے کہ نزول سے لیکر قیام قیامت تک زمانہ کروڑوں کروٹیں لے جائے ہر وقت کے ہر مسئلے کا حل اس میں موجود ہے۔ دنیا کے کسی ملک میں چلے جائیں وہاں کے شب و روز کیا ہیں، موسم کیا ہے، وہاں بھی قرآن پر عمل کرنا آسان ہے کسی خطے میں ہیں کہیں ہیں قرآن پر عمل کرنا نوع انسانی کے لئے اس لئے آسان ہے کہ جس نے خطے اور موسم بنائے ہیں جس نے ضرورتیں بنائی ہیں جس نے انسان بنائے ہیں اُس نے یہ ضابطہ حیات بنایا۔

پھر

نزل به الروح الامين. اور اس کا نزول انتہائی امانت دار فرشتے کے ذریعے ہوا جس نے جیسا اُسے عطا ہوا ویسا پہنچا دیا۔

علیٰ قلبک لتکون من المنذرين ٥ آپ ﷺ کے قلب عالی پر تا کہ آپ ﷺ لوگوں کو وقت سے پہلے قرآن کے خلاف زندگی گزارنے کے بُرے انجام سے آگاہ فرما سکیں۔ ہمارے ہاں اُردو میں لکھ دیتے ہیں کہ آپ ﷺ بھی من جملہ ڈرانے والوں کے ہوں۔ یعنی آپ ﷺ ڈرانے والے ہوں۔ یہ اُردو کا لفظ ڈرانا یا ڈر جو ہے یہ "انذار" کا ترجمہ نہیں بنتا۔ "انذار" ہوتا ہے کہ کوئی شخص زہر کھانے لگے تو دوسرا اُسے بتائے کہ اس کے کھانے سے مر جاؤ گے۔ ڈر ہوتا ہے۔ جیسے ڈاکو بندوق تان لیتا ہے بندہ جان کے ڈر سے اُسے خوف سے پیسے دے دیتا ہے کہ مجھے مارو نہیں پیسے لے لو۔ ڈر ہوتا ہے کہ کوئی درندہ آ گیا آدمی ڈرتا ہے یہ سارے ڈر ہیں اور ان کے لئے خوف کا لفظ آیا ہے قرآن کریم میں "انذار" ایسا ڈر نہیں ہے "انذار" کا ترجمہ ڈر درست ہی نہیں ہے شاید اُردو دانوں کے پاس اور کوئی لفظ نہیں کہ اُس کا ترجمہ کرتے۔ "انذار" کا معنی یہ ہے کہ جیسے کوئی بندہ بیچ سڑک کے کھڑا ہوا اُدھر سے گاڑی آ رہی ہو کوئی اُسے بازو سے پکڑ کر اِدھر کر لے کہ بھئی کھڑے رہو گے تو مر جاؤ گے گاڑی اوپر آ جائے گی۔ اب یہ وہ ڈر نہیں ہے جیسے کوئی چور آ گیا یا ڈاکو کا ڈر ہے یا دشمن کا ڈر ہے بلکہ یہ خیر خواہی ہے کہ ایک بندہ اپنا نقصان کرنے جا رہا ہے نقصان اٹھانے جا رہا ہے دھوکا کھا رہا ہے تو اُسے بر وقت اطلاع کر دی جائے کہ ایسا کرو گے تو اس کا انجام یہ ہوگا۔ تو فرمایا۔

علیٰ قلبک. میرے حبیب ﷺ قرآن آپ ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہوا۔ کائنات ساری حسین ہے اور اُس میں سب سے بہتر مخلوق انسان ہے لیکن ساری کائنات میں ساری مخلوق میں بے مثل اور بے مثال مخلوق ہے محمد رسول اللہ ﷺ جن جیسا کوئی دوسرا انسان اللہ نے پیدا نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ کا ہر پہلو بے مثال ہے۔ حُسن ظاہر ہو، قد و قامت ہو، آواز ہو، نگاہِ عالی ہو، ہاتھ مبارک ہوں، یا پائے اقدس ہوں۔ آپ ﷺ کے بال مبارک ہوں یا آپ ﷺ کی قوت گویائی ہو یا سماعت ہو ہر ہر پہلو اتنا حسین ہے کہ کائنات میں ایسا کوئی دوسرا نہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کا دماغ عالی بھی اتنا عالی ہے کہ ایسا دماغ کسی دوسرے بشر میں نہیں۔ لیکن قرآن دماغ پر نہیں قرآن دل پر نازل ہوا۔ اس لئے کہ دماغ مادی ہے اور دماغ کا جو مصرف ہے وہ یہ ہے کہ اس سارے بدن کا سیکرٹریٹ دماغ ہے۔ جس طرح پورے ملک کا ہمارا ایک اسلام آباد میں سیکرٹریٹ ہے اُس میں وزراء ہیں اُس میں بادشاہ ہے صدر ہے وزیر اعظم ہے اب جو حکم

صدارت سے یا وزارت عظمیٰ سے آتا ہے پھر آگے اُس میں سیکرٹریٹ میں شعبے ہیں وزارتیں ہیں جس سے متعلق ہے اُس میں جاتا ہے آگے وہ اُس کا نفاذ کرتے ہیں ملک میں، دماغ مادی وجود کا سیکرٹریٹ ہے۔ بھوک لگتی ہے تو دماغ محسوس کرتا ہے پھر اعضاء کو حکم دیتا ہے کہ بھئی کھانا کھلاؤ اُسے۔ دانتوں کو حکم دیتا ہے منہ کو حکم دیتا ہے چباؤ۔ حلق کو حکم دیتا ہے اُتارو۔ یہ سارا نظام جو پانی پینا ہے کہیں آنا جانا بدن جتنے اُمور کرتا ہے اس کا سیکرٹریٹ دماغ ہے وہ طے کرتا ہے وہ حکم دیتا ہے آگے کام ہوتا ہے اور دماغ کا کوئی حصہ کام چھوڑ دیتا ہے تو بندے کے وجود کا بھی ایک حصہ کام چھوڑ دیتا ہے۔ جسے آپ کہتے ہیں فالج ہوگیا۔ دماغ کے دو حصے ہیں اگر ایک حصہ کام چھوڑ دیتا ہے تو انسانی وجود کا بھی ایک حصہ ہاتھ پاؤں سارا کام چھوڑ دیتا ہے فالج ہوگیا ہے اوپر سے حکم دینے والا ہی کوئی نہیں رہا تو حکم ماننے والے کیا کریں وہ بھی کام چھوڑ کے بیٹھ گئے۔ دل جو ہے ایک تو ایک یہ دل ہے جو خون پمپ کرتا ہے اور گوشت کا لوتھڑا ہے۔ لیکن ایک لطیفہ ربانی ہے جو اس قلب کے اندر ہے اور وہ حکمران ہے دماغ پر بھی۔ دماغ بھی وہ کام کرتا ہے جو دل کہتا ہے دماغ خود سیکرٹریٹ ہے حاکم نہیں ہے ادارہ ہے حکومت چلانے کا لیکن اُس کا بادشاہ یا صدر یا وزیر اعظم دل ہے۔ آپ کتنے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ بعض اُمور اُن کا دماغ نہیں چاہتا وہ کریں لیکن وہ کرتے ہیں جواری ہے وہ جوئے میں ہارتا ہے اُس کا دماغ بھی اُسے سمجھاتا ہے یہ کیوں کرتے ہو تمہارے پاس اتنے پیسے تھے ضائع ہوگئے وہ کہتا ہے دل چاہتا ہے کرتا ہوں یعنی دماغ مشورہ تو دے سکتا ہے روک نہیں سکتا۔ جو فیصلہ دل کرتا ہے دماغ اُس پر عمل درآمد کرتا ہے۔ مشورہ دے سکتا ہے اُس کا فیصلہ رد نہیں کرسکتا۔ کتنے کام ہیں لوگ کہتے ہیں جی خیر ہے۔ اس میں نقصان تو ہے میرا دل چاہتا ہے میں کرتا ہوں تو دل چونکہ سلطان ہے بدن کا' دل وہ جگہ ہے جہاں خواہشات پیدا ہوتی ہیں آرزوئیں جنم لیتی ہیں ارادے بنتے ہیں پھر وہ دماغ تک جاتے ہیں آگے امپلیمنٹ ہوتے ہیں اور دل ہی میں وہ لطیفہ ربانی ہے جو انوارات ربانی کو سمو سکتا ہے۔ جو کلام ربانی کا مفہوم سمجھ سکتا ہے جو اللہ کی طلب کرسکتا ہے جو اللہ کو جان سکتا ہے جو اللہ کو پہچان سکتا ہے یہ کام دماغ کی رسائی سے بالاتر ہے اس لئے فرمایا۔

علیٰ قلبک. آپ ﷺ کے قلب اطہر پر قرآن کا نزول ہوا اس لئے لتکون من المنذرین . تا کہ آپ ﷺ لوگوں کو اس پر عمل نہ کرنے کے نقصانات سے بروقت مطلع فرماسکیں تو یہ تو ایک اور احسان ہے اب اس کا مطلب ڈر لکھ دینا کہ آپ ﷺ ڈرا سکیں تو وہ تو ڈرانا تو کوئی احسان تو نہیں ہوتا۔ لیکن ''انذار'' جو ہے یہ تو ایک احسان ہے کہ آدمی کا نقصان ہونے جا رہا ہے اور اُسے بروقت بتایا جائے کہ ایسا نہ کرو ورنہ نتیجے میں یہ نقصان اُٹھاؤ گے۔

بلسان عربی مبین ۔ قرآن کریم واضح عربی زبان میں نازل فرمایا گیا ہے اس کا مطلب ہے کہ قرآن عربی ہے اب اُس کا اردو ترجمہ ترجمہ کہلائے گا انگریزی ترجمہ ترجمہ کہلائے گا کسی بھی زبان میں ترجمہ وہ ترجمہ ہے مفہوم ہے تشریح ہے لیکن قرآن عربی ہی میں ہے۔ کل کوئی اردو میں قرآن کے ترجمے سے نماز شروع کردے تو ادا نہیں ہوگی کوئی سارا ترجمہ پڑھ لے اور کہے میں نے قرآن ختم کرلیا تو نہیں ہوگا۔ قرآن وہی ہے جو عربی میں ہے۔ بلسان عربی مبین. واضح اور صاف صاف عربی میں۔

وانہ' لفی زُبُر الا ولین. اور یہ قرآن کوئی ایسا کام نہیں کہ اچانک ہوگیا بلکہ آپ ﷺ سے پہلے جتنی اُمتیں گزری ہیں اُن پر جتنی کتابیں آئی ہیں اُن میں آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے صاحب کتاب ہونے کا قرآن کا تذکرہ موجود ہے۔ یہ کوئی ایسا بات نہیں کہ

اچانک ایک بنادی گئی کتاب اور وہ سامنے آ گئی بلکہ روز اول سے طے شدہ پروگرام ہے اور جو کتابیں پہلی امتوں پر نازل ہوئیں اُن میں بھی ذکر کیا گیا کہ رسول عربی ﷺ مبعوث ہوں گے۔ خاتمہ النبیین خاتمہ المرسلین ہوں گے امام الانبیاء ہوں گے اور صاحب کتاب ہوں گے اور اُن پر قرآن نازل ہوگا۔

اب آپ اندازہ کیجیے کہ جس کتاب کا اتنا اہتمام فرمایا گیا کہ اس کے بغیر زندگی کا کوئی پل بھی گزارنا ممکن نہیں۔ اب اُس کے ماننے والے اُسے مانتے تو ہیں چومتے ہیں احترام کرتے ہیں آنکھوں سے لگاتے ہیں لیکن جانتے نہیں اس میں لکھا کیا ہے۔ عمل کرتے وقت انہیں خبر نہیں ہوتی کہ ہم اس کے خلاف کر رہے ہیں یا اس کے مطابق کر رہے ہیں۔ اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہوگی۔ ہمارے ہاں یہ تو عالم ہے کہ کوئی عربی زبان میں بدعائیں بھی دیتا رہے تو ہم سمجھتے ہیں قرآن پڑھ رہا ہے۔ کوئی نماز پڑھاتا ہے وہ صحیح پڑھتا ہے یا غلط پڑھتا ہے سوائے حفاظ کرام کے ایسے بندے بھی نایاب ہو گئے ہیں جو کم ازکم معنی اور مفہوم سے تو سمجھ سکیں کہ یہ آیت غلط ہو گئی ہے مفہوم غلط ہو گیا ہے۔ میں حافظ نہیں تھا میں نے ایک دفعہ نماز پڑھی "دیکھی" فجر کی نماز تھی حافظ صاحب سے درمیان میں آیت رہ گئی پہلے اہل جنت کا ذکر تھا اور اُن کے اجر کا آگے کفار کا اور اُن کے جہنمی انجام کا ذکر تھا تو اُنہوں نے تذکرہ تو اہل جنت کا کیا اور انجام درمیان میں دو آیتیں چھوڑ کر اگلا اہل جہنم والا جا پڑھا۔ سلام پھیرنے کے بعد میں نے اُن سے بات کی کہ اس آیت پر غور فرمائیے آپ نے غلط پڑھی ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا آپ کوئی حافظ ہیں۔ میں نے کہا حافظ نہیں مفہوم غلط ہے ترجمہ غلط ہو رہا ہے آپ نے اس طرح پڑھی ہے ایسا ہو نہیں سکتا۔ یہ غلط ہو رہا ہے انہوں نے دیکھا تو غلط تھا دوبارہ نماز پڑھنا پڑی کم ازکم یہ تو پتہ ہو کہ اگر قرآن پڑھ رہا ہے تو قرآن کیا کہہ رہا ہے اور قرآن کے پڑھنے کا انداز بھی یہ ہے ہم پڑھتے ہیں ایک قرآن اللہ کی متبرک کتاب ہے بڑے ادب بڑے احترام سے اور یہ سب کے لئے ہے ہم بھی پڑھ لیتے ہیں گزر جاتے ہیں۔ نہیں، سب کے لئے بھی ہے لیکن میرے اور آپ کے لئے ذاتی طور پر ہے۔

قرآن پڑھنے کا سلیقہ یہ ہے کہ جب آپ پڑھیں تو سب کو چھوڑ دیں اپنے آپ کو سامنے کر کے پڑھیں کہ قرآن مجھ سے کیا کہہ رہا ہے مجھے کیا کرنا ہے، کیا نہیں کرنا، کس طرح اللہ کو ماننا ہے اللہ کے رسول ﷺ کو کیسے ماننا ہے، زندگی کیا ہے موت کیا ہے مابعد الموت کیا ہے، زندگی کی حقیقتیں کیا ہیں، کس چیز کے کھانے کی اجازت دے رہا ہے کس چیز سے روک رہا ہے، کیسی دوستی کا حکم دے رہا ہے کہاں دشمنی کا حکم دے رہا ہے، کہاں صلح کا حکم دے رہا ہے کہاں لڑنے کی بات کر رہا ہے یعنی قرآن اس طرح سے پڑھا جائے کہ یہ میرے لئے ہے۔ ہے تو سب کے لئے لیکن سب کا اپنا معاملہ ہے ہر ایک کا اپنا اپنا معاملہ ہے۔ پڑھنے والے کو یہ چاہیے کہ وہ یہ سمجھ کر پڑھے کہ یہ میرے لئے ہے مجھ سے بات کر رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم چاہو کہ میں اللہ سے باتیں کروں۔ کبھی تمہارے دل میں یہ آرزو پیدا ہو کہ اے اللہ تو میرے روبرو ہو۔ تو ہو اور میں ہوں اور میں تجھ سے اپنے دل کی بات کہوں میں تیری بات سنوں تو کیا فرماتا ہے اپنا دکھ بیان کروں میرے دل میں کیا ہے فرمایا۔

فلیقراء القرآن ۔ قرآن لیکر بیٹھ جاؤ تو اللہ آپ سے بات کرنا شروع کر دے گا قرآن کیا ہے؟ اللہ کی بات ہے بندے کے ساتھ فرمایا کبھی دل میں یہ آرزو جنم لے کہ بار الٰہا میں تجھ سے بات کرنا چاہتا ہوں ایک تو ہو، ایک میں ہوں الگ بیٹھ کر باتیں کریں میں اپنے دکھ سکھ تجھے بیان کروں۔ میں اپنی خواہشات آرزوئیں بیان کروں تو

کیا فرماتا ہے میں تیری بات سنوں اپنی تجھے سناؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا فلیقرأ القرآن۔ تو قرآن لیکر بیٹھ جاؤ اور اُسے پڑھو۔ اللہ آپ سے باتیں کرے گا۔ قرآن کیا ہے اللہ کی بندے سے بات ہے اور جب تک اس طرح نہ پڑھا جائے پڑھنے کا ثواب اپنی جگہ لیکن زندگی میں تبدیلیاں نہیں آتیں۔

آپ سوچیے کیسے زندگیاں بدلیں جن لوگوں نے براہ راست نبی کریم ﷺ کے ارشادات سنے ایک ایک جملے نے زندگی بدل دی۔ اسی طرح قرآن کریم کا ایک جملہ ساری زندگی بدلنے کے لئے کافی ہے اگر اس نظر سے پڑھا جائے کہ میرا رب مجھ سے بات کر رہا ہے۔ ہماری بدنصیبی تو یہ ہے کہ جب کوئی مر جائے تو ہم کہتے ہیں اس کے لئے قرآن پڑھا جائے۔ قرآن تو زندوں کیلئے ہے۔ مرنے والا تو اپنی منزل پر پہنچ گیا اُس نے اچھا کمایا یا بُرا کمایا جو کمایا اب اُس کے سامنے آئے گا۔ قرآن تو زندوں کی کتاب ہے یہ تو زندوں سے بات کرتا ہے یہ کرو یہ نہ کرو۔ لیکن ہم ایسے عجیب لوگ ہیں ایصال ثواب اپنی جگہ درست۔ لیکن میرے بھائی جو ثواب کماتے ہیں وہ دیتے کم ہیں۔ ہمیں پتہ ہوتا ہے اپنے اعمال کا ہم پڑھ پڑھ کر بخشتے رہتے ہیں۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کی بات آپ کو سناؤں پھر بات ختم کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ آرام فرما رہے تھے اور آسمان صاف تھا اور ستاروں سے بھرا ہوا تھا حضرت عائشہ الصدیقہ حبیبہ حبیب کبریا اُم المومنین نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ جس طرح آسمان ستاروں سے بھرا اٹا پڑا ہے کسی کی نیکیاں ایسی بھی ہوں گی، کسی بندے کا اعمال نامہ ایسا بھی ہوگا جس طرح یہ ستارے چمک رہے ہیں آسمان میں اور کوئی گن نہیں سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عمر فاروقؓ کی نیکیاں ایسی ہی ہیں اعمال نامے میں حضرت عائشہ الصدیقہؓ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ تو میرے والد کی؟ انہیں شاق گزرا کہ میرے ابا کی تو بات ہی نہیں ہوئی۔ فاروق اعظمؓ کی بات ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے ابا کو تو تین راتیں غار ثور میں میری رفاقت نصیب ہوئی۔ ایک رات کے مقابلے میں بھی یہ ساری نیکیاں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں باقی نیکیوں کا تو کیا کہنا۔ اب یہ بات سیدنا فاروق اعظمؓ تک پہنچی۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ تک ابھی یہ حدیث مبارک نہیں پہنچی تھی۔ حضرت فاروق اعظمؓ تک پہنچ گئی۔ انہوں نے کہا کہ انہیں پتہ چل گیا تو قابو نہیں آئیں گے وہ پہلے دوڑے دوڑے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ میں آپؓ کے پاس بڑے کام سے آیا ہوں اور مجھے آپ نا اُمید نہیں کریں گے اور آپؓ مجھ پر بڑے مہربان بھی ہیں اور میں اُمید رکھتا ہوں۔ بھئی کیا کام ہے۔ انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ نے شب کو صاف آسمان کو ستاروں سے بھرا اٹا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ عمرؓ کے اعمال نامے میں اس طرح نیکیاں ہیں جس طرح ستاروں سے آسمان بھرا پڑا ہے۔ مبارک ہو الحمد للہ۔ فرمایا میرا مقصد اور ہے۔ کیا؟ یہ ساریاں نیکیاں آپؓ لے لیں اور ثور کی تین راتوں میں سے ایک رات مجھے دے دیں۔ انہوں نے فرمایا رفاقت حبیب ﷺ کو چھوڑ کر نیکیوں کو کیا کرنا ہے۔

نیکی کا جو اجر ہے یہ آپ کا مال ہے آپ کسی کو دینا چاہیں تو دے دیں، بخشیں لیکن جو کرتے ہیں وہ کم ہی دیتے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ جیسے بندے نے تو ایک رات ساری نیکیوں کے بدلے نہیں دی۔ یہاں تو حافظ ایک رات میں تیس پارے پڑھ کر بخش جاتے ہیں اور روٹی کھا کے چلے جاتے ہیں۔ صرف دال روٹی پہ حلوے پہ بخش دیتے ہیں انہیں پتہ ہے اس کا جتنا ثواب ہوگا۔ وہ کہتے ہیں حلوہ مفت کا کھالیا اس کا ملے گا کیا جانے وہ۔ مردہ دیکھتا ہی رہے گا کہ ثواب آئے گا اگر ہوتا تو کون ایک وقت کے حلوے پہ کون دیتا تھا بھائی۔ اگر کسی کو

پتہ ہو کہ یہ ایک آیت کریمہ جو میں نے پڑھی ہے اس کا کتنا اجر ہے تو بندہ ایک آنہ کسی کو نہیں دیتا کسی سے دس روپے تو مفت میں لیکر دیکھیں وہ تو نہیں دیتا۔

اگر کوئی سکہ رائج الوقت نہیں دیتا تو یہ قرآن پڑھ پڑھ کر ڈھیروں کے ڈھیر کیوں دیتے ہیں؟ انہیں پتہ ہے کہ ہے ہی کچھ نہیں ہم نے بھی کچھ پڑھا کچھ رہ گیا آگے پیچھے بھاگ دوڑ کر پورا کرلیا چلو کھانا کھاؤ اور اُسے ٹرخاؤ۔

یہ میاں اس طرح کی کتاب نہیں ہے یہ زندگی کا نصاب ہے یہ مردوں سے بات نہیں کرتی یہ زندوں سے بات کرتی ہے اور یہ حیات بانٹتی ہے ہم نے تو یہ بنالیا تاکہ کوئی مرنے لگے تو اُس کے سرہانے قرآن پڑھو تو وہ جلدی سے مرجائے گا قرآن مارنے کے لئے نہیں ہے قرآن پڑھو تو مردہ زندہ ہو جائے۔ جس کے دل میں ایمان نہیں وہ مردہ ہے جس کے دل میں ایمان ہے اُسے موت بھی آ گئی تو وہ مردہ نہیں ہے ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلا گیا ہے۔ مردہ تو وہ ہے جس کے دل میں نور ایمان نہیں ہے۔

واجسامُهم قبل القبور قبوره'. جن کے دلوں میں ایمان نہیں ہے اُن کے بدن چلتی پھرتی قبریں ہیں اور اُس میں روح کی لاش دفن ہے۔

قرآن تو مردوں کو حیات بخشا ہے اور زندوں کی کتاب ہے اللہ کریم ہمیں اسے پڑھنے سمجھنے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

مرکزِ احیائے دیں ہے تُو یہ دل سے مان لے

قدر والی رات تھی وہ جب درِ زنداں کھلا
نارِ دوزخ سے بھی جس نے کر دیا ہم کو رہا
پہلے آزادی کا اعلان طے تھا ہندوستان کرے
اگلے دن اعلان اس کا ملک پاکستان کرے
چودہ کو نہرو نہ مانا کہ نہیں یہ شُبھ گھڑی
جاہلانہ بات پہ تقدیر خنداں تھی کھڑی
یوں ہوئی تخلیق تھی چودہ کو پاکستان کی
عہد تھا بنیاد رکھیں گے یہاں ایمان کی
صبح آزادی تھی جو دراصل تھی شب قدر کی
کیسا نورانی سماں تھا کتنی بابرکت گھڑی
ابتداء سے ہی عدو نے ہے لگائی اس پہ گھات
ان کے منصوبے الٹ دیتا ہے رب کائنات
ملک پاکستان پہ ہے رحمت پروردگار
جو بُرا چاہے گا اس کا وہ یقیناً ہوگا خوار
آئی تھی ٹھنڈی ہوا جو سرورِ کونین ﷺ کو
ہے اشارہ ارضِ پاکستان کہلاتی ہے جو
یہ عطیہ خداوندی اویسی جان لے
مرکزِ احیائے دِیں ہے تُو یہ دل سے مان لے

☆.................انجینئر عبدالرزاق اویسی

حلال اور طیب رزق:

اے لوگو! زمین میں سے اپنی ضرورتیں پوری کرو، کھاؤ، پیو لیکن دو شرطیں ہونی چاہئیں۔ ایک تو وہ چیز حلال ہو۔ حلال رزق کے لئے معروف ذرائع ہیں اور روزی کے حرام ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اُن معروف ذرائع سے حاصل نہ ہو۔ معروف ذرائع چار ہیں۔ کھیتی باڑی حصول رزق کا معروف ذریعہ ہے۔ تجارت حصول رزق کا ایک معروف ذریعہ ہے۔ کھیتی باڑی اور تجارت کے اپنے اپنے اصول ہیں۔ اسی طرح ملازمت حصول رزق کا ایک معروف ذریعہ ہے۔ مزدور حصول رزق کا ایک اور معروف ذریعہ ہے۔ معروف ذرائع سے رزق حاصل کیا جائے تو وہ حلال ہے۔ غیر معروف ذریعے سے جو رزق حاصل ہوتا ہے وہ حلال نہیں ہے۔ اُس میں بہت سی چیزیں آ جاتی ہیں، جیسے کوئی عملیات پڑھتا ہے کہ اُسے پیسے ملتے رہیں، یہ معروف ذریعہ نہیں ہے۔ اسی طرح ملازمت یا مزدوری میں بھی حدود وقیود ہیں جس کام کی اجرت لیتے ہو، پوری دیانتداری سے اور پورا وقت لگا کر وہ کام کرو۔ دفتری لوگ دفتر میں وقت گزار کے آ جاتے ہیں لیکن بے شمار لوگوں کے کام اٹکے رہ جاتے ہیں پابندی صرف یہ ہوتی ہے کہ بروقت پہنچ جائیں اور چھٹی ہو جائے۔ عدالتوں میں مجسٹریٹ حضرات کا جی چاہا آئے، ریٹائرنگ روم میں بیٹھ گئے اور لوگوں کو تاریخیں ڈال دیں حلال ذرائع میں بھی حدود وقیود ہیں کہ جس کام کی اجرت لیتے ہو، اُسے پوری دیانتداری سے کرو۔ معروف ذرائع سے رزق حاصل کیا جائے تو یہ حلال ہے۔ اب حلال کے اوپر ایک اور قید ہے کہ رزق حلال ہو اور پھر وہ طیب بھی ہو، اس کوئی ناپاک چیز نہ ملائی جائے۔ یہ نہ ہو کہ جس پانی سے آٹا گوندھ رہے ہیں یا ہنڈیا بنا رہے ہیں وہ پانی ناپاک ہو تو پھر اس حلال کا کیا فائدہ!

ماخوذ از ''اکرم التفاسیر''

تعاون

احمد دین ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پُل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2667571-2

اعتکاف کا حاصل

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 04-10-2007

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیمo

اعتکاف نبی کریم ﷺ کی بہت ہی پسندیدہ سنت ہے اس کے اپنے قاعدے اور ضابطے ہیں۔ سنت اعتکاف بیس رمضان المبارک کی افطار سے شروع ہوتا ہے اور شوال کے چاند نظر آنے پر ختم ہوتا ہے۔ نفل اعتکاف کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں جتنا وقت کسی کے پاس ہو اتنے وقت کے لئے وہ اعتکاف کی نیت سے مسجد میں رک سکتا ہے۔ اعتکاف سنت ہو یا نفل دونوں کا مقصد متوجہ الی اللہ ہونا ہے۔ اعتکاف میں ضروری ہے کہ بندہ غیر ضروری باتیں نہ کرے ضرورت کی بات کی جا سکتی ہے۔ لیکن دنیاوی گپ شپ نہیں ہو سکتی دین کی باتیں کرنا مسائل سمجھنا سمجھانا تلاوت کرنا دینی کتابیں پڑھنا یہ سب اچھی باتیں ہیں یہ جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہیں بالکل خاموش رہنا مکروہ ہے ضرورت کے کام بھی لکھ لکھ کر کروانا پسندیدہ نہیں۔

اعتکاف سے غرض یہ ہے کہ آدمی امور دنیا سے لاتعلق ہو کر، یکسو ہو کر کلی طور پر متوجہ الی اللہ ہو جائے ان مخصوص دنوں میں دنیا کے جھمیلوں سے خود کو آزاد کر لے۔ دنیاوی فکروں سے آزاد کر لے کہ فلاں کام کا کیا ہوا ہوگا؟ یا فلاں جگہ کیا ہو رہا ہوگا؟ یہ چیزیں ذہن سے نکال کر اللہ کی طرف دھیان لگا لے۔ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا حرام ہے مسجد میں کاروبار کرنا خرید و فروخت کرنا گپ شپ لگانا تفریح طبع کے لئے باتیں کرنا یہ ساری چیزیں مسجد میں ویسے ہی حرام ہیں۔ مسجد ایک مخصوص جگہ ہے جہاں صرف اللہ کریم کی بارگاہ میں گزارشات پیش کی جاتی ہیں اور اعتکاف میں یہ پابندی مزید تاکید کے ساتھ بڑھ جاتی ہے اور کوشش کی جانی چاہیے کہ عملاً اور ذہنی طور پر افکار دنیا سے جدا ہو کر متوجہ الی اللہ رہا جائے اعتکاف کا مقصد محض ظاہری طور پر قید ہونا نہیں ہے۔ اصل مقصد ہے کہ دل کو غیر اللہ سے خالی کیا جائے اگر اعتکاف میں ظاہری طور پر زبان کو بند رکھیں اور دل امور دنیا میں ہی گردش کرتا رہے اور آدمی کے ذہن کو وہی فکریں اور سوچیں رہیں تو فائدہ نہ ہوگا۔ چونکہ مقصود یہ ہے کہ دس دن متوجہ الی اللہ ہو کر وہ قوت حاصل کرے کہ جب واپس امور دنیا میں جائے تو دنیا کے تمام کام کرے لیکن دل اللہ کی طرف متوجہ رہے۔ تصوف و سلوک کا حاصل بھی یہی ہے البتہ رمضان کی برکتیں اپنی ہیں اور آخری عشرے میں سنت اعتکاف کی نعمت بے مثال ہے اس وقت کو اسکی تمام ظاہری و باطنی برکات کیساتھ وصول کرنا بڑی نعمت ہے اس میں ضروری کام مثلاً رفع حاجت کے لئے جانا ہو تو بھی ہر ملاقات کی اجازت نہیں کسی نے سلام کر دیا وعلیکم السلام کہہ کر واپس مسجد چلے آیئے اپنے کام سے جائیے اپنے کام کر کے واپس آ جائیے کوئی کام زائد از ضرورت نہ کریں یہ وقت قوت ایمان کی مضبوطی حاصل کرنے کے لئے ہے ان دس دنوں کے بعد واپس دنیا کے کام کرنا ضروری ہے ان کے لئے اعتکاف کے دنوں میں قوت حاصل کریں تصوف و سلوک کی ساری محنت بھی اسی لئے کی جاتی ہے کہ جب تک بندہ دنیا میں موجود ہے وہ دنیوی امور کا بھی مکلف ہے حلال حرام، نیکی بدی کو جاننے کا بھی مکلف ہے احکام شریعت پر عمل کا بھی مکلف ہے اُسے ایک ایک لمحے کو اطاعت الٰہی پر خرچ کرنے کے

لئے ایمان کی قوت ضرورت ہے یہ آسان کام نہیں یہ بہت مشکل کام ہے اس لئے کہ دنیا اور اسکی نعمتیں بھی کوئی عام چیز نہیں اللہ کریم نے بنائی ہے اور بڑی خوبصورت بنائی ہے انسان کی تمام ضروریات دنیا میں بکھری پڑی ہیں اور وہ اپنی حیات اور بقاء کے لئے دنیوی چیزوں کا محتاج ہے اور ضروریات دنیا پوری کرنا دنیا میں عزت واحترام کی زندگی گزارنا خود کو صحت مند رکھنا رزق حلال کمانا اولاد کے لئے بہتر وسائل زندگی مہیا کرنا یہ سب شرعاً ضروری ہیں اگر کوئی اپنی صحت کا خیال رکھتا ہے ورزش کرتا ہے تا کہ اللہ کی دی ہوئی صحت کو برقرار رکھ سکے اللہ کی عبادت صحیح طریقے سے کر سکے جہاد کر سکے اللہ کی راہ میں کام کر سکے تو اس کا ورزش کرنا بھی عبادت ہے جو شخص رزق حلال کے لئے تگ ودو کرتا ہے تو روزگار کے لئے محنت کرنا بھی فرض عین ہے اعضاو جوارح عقل وذہن کو استعمال کرنا مثبت استعمال کرنا حکم شرعی ہے اور حکم پورا کرنا خود عبادت ہے۔

جو شخص دنیا سے کٹ جائے اس کا مطلب ہے اس کے پاس اعمال کے لئے کوئی میدان نہیں ہے اس لئے کہ عمل صالح تو دنیا میں رہ کر ہی کیے جاسکتے ہیں نیکی کرنے کی جگہ بھی عالم دنیا ہی ہے یہ حقیقت بھی اپنی جگہ قائم ہے کہ معاشرے میں اتنا بگاڑ آ چکا ہے کہ میدان عمل میں رہ کر لوگوں سے تعلقات رکھتے ہوئے بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور دین پر قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ جو لوگ دین پر قائم رہتے ہیں اور مشکل حالات کا سامنا کرتے ہیں انہیں اجر بھی بہت بڑا ملتا ہے اور ان کے اعمال تھوڑے ہو کر بھی بہت اجر پاتے ہیں لیکن مشکلات سے گھبرا کر دنیا سے کٹ جانا دین نہیں۔ ماحول اور معاشرے کی شکایت لیکر اپنے لئے جواز تلاش کرنا بہت بڑی کمزوری ہے ماحول جیسا بھی ہو معاشرہ جیسا بھی ہو آدمی کو نیکی پر چل کر دکھانا ہے اگر معاشرہ بُرائی پر بضد ہے تو کیا کوئی نیکی پر استقامت نہیں دکھا سکتا اگر کوئی غلط کار بُرائی پر قائم ہے تو کیا اس شخص کو جسے نور ایمان نصیب ہو جسے اعتکاف کی برکتیں نصیب ہوں جسے ذکر اذکار سے قوت یقین نصیب ہوا سے نیکی پر اصرار نہیں کرنا چاہیے؟ یہی حاصل ہے ذکر الٰہی کا ذکر قلبی کا عبادات کا کہ اللہ کی یاد میں دل اس طرح لگایا جائے کہ بندہ تمام امور دنیا سرانجام دیتے ہوئے رشتے ناتے نبھاتے ہوئے مال و دولت کماتے استعمال کرتے ہوئے اللہ کی فرمانبرداری کرتا رہے یعنی تمام امور سنت نبوی ﷺ کے تابع ہو کر کیے جائیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مکی زندگی میں جس معاشرے کا مقابلہ کیا اس معاشرے کا تصور پھر تاریخ انسانی میں ناپید ہو گیا یعنی حضور اکرم ﷺ کی بعثت عالی کے بعد پھر کفر میں وہ قوت باقی نہیں رہی جو بعثت سے پہلے تھی۔ اور روئے زمین پر تمام برائیاں اپنی حد پر پہنچی ہوئی تھیں آپ ﷺ نے اس بدترین معاشرے کو نور ایمان سے روشن کر دیا۔ آپ ﷺ پر کوئی جم غفیر ایمان نہیں لایا تھا صحابہ ایک ایک دو دو کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ لیکن جسے نور ایمان نصیب ہوا وہ اس پر جم گیا اس نے اس پر استقامت دکھائی اپنے نفس کو رضائے باری تعالیٰ کے تابع کیا اور انکی خواہشات مرضیات باری میں ڈھل گئیں اور وہ اس بات کا مصداق بن گئے ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا کہ یہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ایک اللہ ہے پھر اس پر جم جاتے ہیں استقامت دکھاتے ہیں اور اس دنیا میں استقامت دکھانا اور حق پر اڑ جانا ہی مشکل کام ہے کہ یہ ہر دن ہر لمحے کرنے کا کام ہے اور سارا مسئلہ ہی اس دار دنیا میں اس بات پر اڑ جانا ہے۔ اس کا اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کو اپنا رب مانو رب سے مراد ہے کہ اپنی ساری ضرورتیں اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے اُسی سے اُمید رکھے کہ اسی نے ساری ضرورتیں پوری کرنی ہیں وہی اس کا محافظ ہے وہی ذات اسکے ہر حال سے واقف ہے وہی ذات ہر چیز پر قادر ہے جو کچھ اس کے پاس ہے سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے جب تک وہ چاہے گا وہ دیتا رہے گا اور جس چیز سے روک دے گا اُسے کوئی دوسرا دے نہیں

سکتا جو چیز وہ عطا نہیں کرے گا وہ اور کہیں سے مل نہیں سکتی اسلام کا یہ تصور زندگی ہے جو انسان کو تحفظ دیتا ہے کہ وہ تنہا نہیں ہے کوئی اس کا اپنا ہے جو اسکی حفاظت کرتا ہے' اسے رزق دیتا ہے' صحت دیتا ہے جو اسے پال رہا ہے۔ تمام انسانی ضروریات کا رخ جب اللہ کریم کی طرف ہو جائے تو بات بن جاتی ہے۔ تمام عبادات کا حاصل بھی یہی ہے صلوۃ ہی کو لے لیجیے جو دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے اس کا مقصد اور حاصل بھی یہی ہے کہ دل اللہ کی طرف متوجہ رہے دن اللہ کی بارگاہ میں سجدے سے شروع ہو عین نصف دن میں پھر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے اپنے کام ادھورے چھوڑ دیئے جائیں اور اپنا رشتہ قلبی اللہ کے ساتھ استوار کرنے کے لئے صلوۃ ظہر ادا کرے۔ جب دن ڈھلنے پر آئے تو پھر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ دن تمام ہو جائے سورج ڈوب جائے تو اپنی نور ایمان کی کیفیت کو پھر تازہ کر لیا اور سونے سے پہلے پھر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنا رشتہ تازہ کر کے بحال کر کے سو جائے یوں دن رات کی عبادات کا فرائض کی ادائیگی کا حاصل یہ ہے کہ دل اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے اللہ پر اعتماد قائم رہے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رشتہ ایمان عشق میں بدل جائے جنون میں بدل جائے بندہ اللہ کی غیر مشروط اطاعت کرے ساری امیدیں صرف اللہ سے رکھے اللہ کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھے۔ لیکن امور دنیا میں گھر کر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ میری اس ضرورت میں فلاں شخص میری مدد کرے گا لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ تو خود محتاج ہے اس کی ضروریات اور مجبوریاں شاید ہم سے بھی زیادہ ہوں گی لیکن ہر شخص اپنے حال میں پھنسا ہوا ہے اور اپنے حالات میں مقید ہے گردش دوراں میں وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ ہر بندہ تقدیر الٰہی کا محتاج ہے۔ ہر شخص کے ساتھ احتیاج تخلیقی طور پر لگی ہوئی ہے اور جنہیں ہم بڑا سمجھتے ہیں انکی ضروریات بھی بڑی ہوتی ہیں یاد رکھیے! جو جتنا بڑا ہوتا جاتا ہے اتنی ہی اس کی احتیاج بڑھتی چلی جاتی ہے اگر وہ ملک کا حکمران بھی بن جائے تو وہ افراد کا ہی محتاج رہتا ہے اپنے جیسے بندوں کا غلام رہتا ہے کہ فلاں ناراض نہ ہو جائے یا فلاں نہ روٹھ جائے فلاں اسکے خلاف نہ ہو جائے۔ اسے ایسی فکریں لاحق رہتی ہیں یہ انسانی مزاج ہے۔ لیکن جب نور ایمان پختہ ہوتا ہے تو دل کا رخ اللہ کی طرف رہتا ہے بندہ اپنے آپ کو بندوں کا محتاج تصور نہیں کرتا۔ وسائل و اسباب ضرور اختیار کرتا ہے اس لئے کہ دنیا عالم اسباب ہے اللہ نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے حضور ﷺ نے اسباب اختیار فرما کر امت کے لئے طریقہ تعلیم فرمایا ہے اس لئے بیمار ہوں تو ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے ضرورت پڑے تو عدالت جائیں روزگار کے لئے دوسرے لوگوں کے پاس جائیں تمام وسائل اختیار کریں لیکن یہ سوچ کر کہ اللہ کی اطاعت کر رہے ہیں اس کے بعد نتیجہ کیا ہوگا یہ اللہ کے دست قدرت میں ہے دینے والا وہی ہے نتائج اس نے پیدا کرنے ہیں لیکن انسان زود رنج ہے جب امید پوری نہ ہو تو رنجیدہ ہو کر ناامید ہو جاتا ہے اور کبھی بندہ ناامید ہو جائے تو اللہ کو منظور ہو تو وہ توقع پوری ہو جاتی ہے۔ سو نتائج ہماری توقعات پر منحصر نہیں اللہ کے دست قدرت میں ہیں۔ بندہ صرف اس بات کا مکلف ہے کہ جبتک وہ دار دنیا میں ہے جب تک اس کے حواس قائم ہیں جتنی اس میں ہمت ہے جو کام وہ کر سکتا ہے اتنا وہ کرے اور اللہ کا حکم سمجھ کر کرے اور جو کام وہ نہیں کر سکتا اس کا وہ مکلف ہی نہیں لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا جو کام کسی کی قوت سے باہر ہے اس سے اس کا محاسبہ نہیں کیا جائے گا۔

یاد رکھیں! جہاں دین کو عظمت الٰہی کو ماننا ضروری ہے وہاں کفر کا رد بھی ضروری ہے اور کفر کے رد کو بھی اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ کلمہ طیبہ کا پہلا جز ورد کفر ہے۔ لا الہٰ معبودان باطلہ کی نفی پہلے ہے اسلام قبول کرنے کے لئے پہلے ہر طرح کے کفر و شرک کی نفی ہے معبودان باطلہ کی نفی ہے غیر اللہ سے جو امیدیں وابستہ ہیں ان سب کی نفی ہے یہ نفی کر کے پھر کہے الا اللہ صرف اللہ ہی ہے کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے۔ اللہ سے

تعلق آقائے نامدار ﷺ کی ذات ستودہ صفات کی وجہ سے قائم ہے اللہ کون ہے؟ کیسا ہے؟ کس بات پر راضی ہے کس بات پر خفا ہے ؟ کون سی بات کرنے کا انداز کیسا ہونا چاہیے؟ کس کے کام کے کرنے کا کیا سلیقہ ہے؟ یہ سب دولت ملتی ہے' آقائے نامدار ﷺ کی بارگاہ سے۔

ہمیں زندگی بہت طویل لگتی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ ہم بڑی مشکل میں پھنس گئے ہیں پتہ نہیں کتنی عمر ہے اور اس خراب معاشرے کا مقابلہ کرنا ہے جو بہت مشکل کام لگتا ہے لیکن ذرا غور کریں تو پتہ چلتا ہے آخرت کے مقابلے میں یہ زندگی نہ ہونے کے برابر ہے آخرت کی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کی معیاد ایک دن جیسی بھی نہیں۔ دو سال کے بچے کے بارے جب ہم سوچتے ہیں کہ یہ اسی برس کا ہوگا تو دنیا کا وقت واقعی طویل محسوس ہوتا ہے لیکن کسی اسی برس والے آدمی سے پوچھیں تو وہ سمجھتا ہے کل ہی کی بات تھی جب وہ جوان تھا لڑکپن میں تھا اور بیتی ہوئی عمر گزرا ہوا کل محسوس ہوتی ہے لیکن زندگی گزارنا مشکل لگتا ہے۔ سورۃ الحج میں اللہ کریم فرماتے ہیں آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کی حیثیت اتنی ہے کہ اہل دنیا کے حساب سے دس صدیاں گزرتی ہیں تو آخرت کا ایک دن گزرتا ہے۔ وان یوماً عند ربک کالف سنتہ مما تعدون (الحج ۴۸)

اہل برزخ کے بارے بہت سے واقعات ملتے ہیں ایک عجیب واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک تاجر کسی قافلے کے ساتھ سفر کر رہا تھا اثنائے سفر اس کا ایک ساتھی فوت ہو گیا اور اسے انہوں نے شام ڈھلے دفن کر دیا اس تاجر کے گلے میں اشرفیاں اور نقدی رکھنے کی تھیلی تھی جو اس نے گرہ باندھ کر اپنی قمیض کے اندر لٹکا رکھی تھی۔ میت کو قبر میں اُتارتے وقت اسکی نقدی کی تھیلی قبر میں ہی رہ گئی اور اُسے اس وقت پتہ نہ چلا واپس خیمے میں پہنچا لباس تبدیل کیا تو دیکھا تھیلی غائب تھی اس نے سوچا قبر میں ہی رہ گئی ہوگی وہ واپس گیا ایک طرف سے مٹی ہٹا کر اپنی تھیلی تلاش کر رہا تھا کہ اللہ نے برزخ دکھا دی۔ اس کا دھیان برزخ کی طرف ہو گیا کچھ دیر بعد تھیلی تلاش کی اسے مل گئی لے کر باہر آیا۔ تو نہ کوئی قبر تھی نہ قبرستان نہ قافلہ نہ اس کے آثار۔ بڑا پریشان ہوا ادھر اُدھر بھاگتا رہا آخر اسے ایک چرواہا نظر آیا اس کے پاس جا کر اسے بتایا کہ وہ فلاں شہر کا تاجر ہے اس شہر میں وارد ہوا تھا یہاں دریا گزرتا تھا یہاں آبادی تھی یہاں قافلے نے پڑاؤ کیا تھا اور یہ میری اشرفیوں کی تھیلی ہے۔ وہ چرواہا اسکی باتیں سن کر حیران ہوا اور اسے کسی نیک بزرگ کے پاس لے گیا اس نے اسکی ساری بات سنی اور اس سے کہا تین سو سال پہلے یہاں شہر آباد تھا پھر وہ طوفان کی نذر ہو گیا۔ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ یہاں شہر تھا۔ یعنی تاجر پر جب برزخ منکشف ہوئی تو وہاں جتنے پل اس نے گزارے اسکے دنیا کے حساب سے تین سو سال بیت گئے یعنی آخرت جہاں سب کو جانا ہے اس کے مقابلے میں اس زندگی کی کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن اتنی چھوٹی سی مدت اتنی مختصر سی دنیا کی زندگی کی اتنی قیمت ہے یہ وقت اتنا قیمتی ہے کہ اسی پر آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی طویل زندگی کا انحصار ہے اور اللہ کریم نے اس مختصر مدت میں اتنی آسانیاں رکھی ہیں جو آخرت کی زندگی پر حاوی ہیں۔

رمضان کا ماہ مبارک بے پناہ برکتوں کا حامل ہے کوئی دل سے توبہ کرنا چاہے تو زندگی کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں گناہ نیکیوں میں بدل جاتے ہیں جیسا اللہ کریم خود فرماتا ہے یبدل اللہ سیاتیھم حسنٰت (الفرقان آیت ۷۰) وہ ایسا کریم ہے کہ توبہ کرنے سے بندوں کے گناہ ہی معاف نہیں کرتا ان جرائم کے بدلے نیکیاں عطا کر دیتا ہے۔ رمضان کا پہلا عشرہ رحمت ہے دوسرا مغفرت اور تیسرا عشرہ ہے ہی جہنم سے آزادی پانے کا۔ اس عشرے میں اعتکاف نصیب ہو جائے تو پھر یہ اس کی عطا ہے اور اس افراتفری کے عہد میں جہاں بے شمار لوگ رمضان کے آنے کے باوجود غیر ضروری دنیاوی امور میں

ہوئے ہیں اور اللہ کو بھلائے بیٹھے ہیں سیاست کی ریشہ دوانیوں میں مشغول ہیں فتنہ وفساد کی آگ میں گھرے ہوئے ہیں نہ انہیں اللہ یاد ہے نہ عاقبت یاد ہے پھران حالات میں اگر اللہ نے کسی کو اعتکاف کی توفیق دے دی ہے تو یہ اس کا احسان عظیم ہے کہ رمضان کا برکت والا مہینہ بھی ہے اس کا آخری عشرہ بھی ہے اور اس میں معتکف ہونے کی سعادت بھی نصیب ہوئی ہے تو یاد رہنا چاہیے کہ یہ گنتی کے نو یا دس دن ہیں ان کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔ اعتکاف کا حاصل یہ ہے کہ زبان کھلے تو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات ہی زبان سے نکلے اور کوئی غیر ضروری بات زبان پر نہ آئے اور جس کا اعتکاف قبول ہو جائے تو یہ بات اسکی زندگی کا اصول بن جاتی ہے وہ اس دس روزہ کورس سے تربیت حاصل کر کے جب واپس دنیا کے میدان عمل میں جاتا ہے تو اسکے پاس یہ قوت رہتی ہے کہ اسے اپنی زبان اپنے اعمال کی کس طرح حفاظت کرنا ہے کس طرح چوکس رہنا ہے کہ غیر ضروری باتوں اور افکار سے خود کو محفوظ رکھنا ہے اور اپنے دل کو کس طرح اللہ کی یاد میں محو رکھنا ہے اور کس طرح سے اپنی منزل کو پانا ہے۔

ہم سب اثنائے سفر میں ہیں خوش نصیب ہیں وہ جو دنیا سے نور ایمان لیکر اُٹھ گئے اور سلامتی سے اللہ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ ہم ابھی اثنائے راہ میں ہیں ہمیں کچھ پتہ نہیں کب کیا ہو جائے سو بہتر ہے کہ آنے والے کل سے پہلے اگلے لمحے کے آنے سے پہلے لمحہ حاضر لمحہ موجود کو اللہ کی معیت میں بسر کیا جائے آج جو لمحے نصیب ہیں انہیں اللہ کی یاد میں بسر کرلیں تاکہ آنے والے لمحے بھی اللہ کریم کی یاد کا سبب بن جائیں جب محض اللہ کی یاد کے لئے بیٹھے ہیں تو مراقبات پر زیادہ سے زیادہ وقت لگائیے اعتکاف میں دنیوی امور سے ویسے ہی لاتعلقی ہونی چاہیے اور مراقبات میں بندہ متوجہ الی اللہ رہتا ہے اور دنیوی افکار انسان کا پیچھا چھوڑے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ قوت ایمان مضبوط کرنے کے لمحے ہیں یہ قوت عمل لیکر پھر واپس میدان عمل میں ہی جانا ہے جب تک ہم زندہ ہیں ہماری ضروریات بھی ہیں اور فرائض بھی ہمارے ذمہ ہیں ہماری اولادیں ہمارے کاروبار سب ہماری ذمہ داریاں ہیں یہ ہمیں نبھانی ہیں یہ سب کچھ چھوڑا نہیں جاسکتا۔

صحابہ کرامؓ بڑی بلند پایہ ہستیاں تھیں انہوں نے گھربار کاروبار سب اللہ کے لئے چھوڑ کر ہجرتیں کیں لیکن اللہ بھی بڑا قدر دان ہے جنہوں نے مٹی کے گھروندے چھوڑے تھے انہیں روئے زمین کی سلطنتیں عطا کر دیں لیکن کس درجے کی معیت رسالت انہیں حاصل تھی کہ جب انہیں ہجرت کا حکم ہوا وہ تہی دست تہی دامن مسافر ہو کر نکل پڑے تب بھی دل کی کیفیت وہی تھی اللہ پر یقین وایمان بے مثال تھا اور جب انہیں دنیا کی ریاست مل گئی تو دل کی دنیا ویسے ہی اللہ کے نام سے آباد رہی۔ دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس پر مشکل حالات نہ آتے ہوں تو جن لوگوں کے پاس جا کر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری تکلیفیں دور کر دیں گے تو یہ خیال خام ہے۔ اسباب کو اسباب کی حد تک اختیار کرنا چاہیے ترک سبب درست نہیں لیکن سبب پر بھروسہ کرنا بھی درست نہیں ہے بھروسہ اللہ پر ہو اور اسباب اللہ کی اطاعت کے لئے اختیار کئے جائیں۔

اعتکاف کے دن اللہ کے حضور حاضر ہونے کی کیفیت کو پانا ہے لہٰذا پوری طرح اس طرف متوجہ رہیے تاکہ ساری عملی زندگی حضور الٰہی میں ڈھل جائے۔ قرآن حکیم پڑھیں درود شریف پڑھیں ذکر اذکار کریں ہر وہ بات جو اللہ کی طرف متوجہ کرے کی جائے اور ہر وہ بات جو توجہ الی اللہ سے مانع ہو اس سے اجتناب کیا جائے۔ پوری احتیاط پوری توجہ سے محنت کیجیے۔ اللہ کریم آپ کی کوششوں کو بارآور کرے۔ اعتکاف قبول فرمائے اور اس کے نتائج مرتب فرمائے دلوں کو اپنی یاد سے منور کرے اور اعضاء وجوارح کو ہمارے کردار کو اپنی اطاعت کے سانچے میں ڈھال دے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

سوال و جواب

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 21-07-2008

سوال: پیدائش کے وقت بچوں کی ارواح کی حالت کیسی ہوتی ہے؟ ان کے اعمال ان کی روحانی شکل کو کب اور کیسے تبدیل کرنا شروع کر دیتے ہیں؟ کیا بالغ ہونے سے پہلے بھی انسان کی روح حیوانی شکل میں تبدیل ہوتی ہے؟

جواب۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کل مولود یولد علی فطرة فابواہُ یہودانہ او نصرانہ او یمجسانہ او کما قال رسول اللہ ﷺ (صحیح مسلم حدیث ۲۶۵۸) ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت کے مطابق انسانی فطری صلاحیتیں لے کر پیدا ہوتا ہے پھر اسے اس کے والدین ماحول اور معاشرہ یہودی، نصرانی، مجوسی یا مختلف العقیدہ بنا دیتا ہے انسانی روح کے بارے ایک بنیادی بات یاد رکھ لیں کہ بچپن جوانی اور بڑھاپا یہ سب اعمال بدن پر وارد ہوتے ہیں روح پر نہیں۔ روح عالم امر سے ہے اور ایک دن کے پیدا ہونے والے بچے کی روح اور سو سال کے بعد فوت ہونے والے آدمی کی روح کے ادراکات اور استعداد ایک جیسی ہوتی ہے دنیوی تجربات روح کو کچھ نہیں سکھاتے۔ بچپن، جوانی، لڑکپن، بڑھاپا یہ سب بدن پر وارد ہوتے ہیں روح پر نہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے واذالموء دۃ سئلت بای ذنب قتلت۔ اُس زندہ گاڑی گئی بچی سے پوچھا جائے گا کہ اُسے کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا تو اس کا مطلب ہے کہ اسے شعور ہوگا کہ اسے قتل کیا گیا وہ اس بات کی شہادت دینے کے قابل ہوگی کہ یہ جرم کس نے کیا اور کیوں کیا۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ برزخ میں جانے والی ہر روح میں یہ شعور ہوتا ہے خواہ وہ دنیا میں ایک دن رہی ہو یا ایک گھنٹہ جس طرح کا شعور ایک جوان بزرگ انسان کی روح کو ہوتا ہے ویسا ہی احساس ایک گھنٹہ یا چند گھنٹے گزارنے والے بچے کی روح کو بھی ہوتا ہے اسی لئے بچے بوڑھے سب میں روح ایک ہی جیسی ہے۔ اگرچہ روح پر دنیوی عمر کے حساب سے کوئی تغیر نہیں آتا لیکن چونکہ روح براہ راست دنیوی امور انجام دینے کی استعداد نہیں رکھتی اور انرجی کی طرح ہے ایک جسم لطیف رکھتی ہے لہٰذا اللہ نے دنیوی امور انجام دینے کے لئے اسے مادی جسم عطا کیا مادی وجود کو مختلف قوتوں سے آراستہ کیا مختلف زمانوں سے ایک ترتیب کے ساتھ گزارا یہ اس کی قدرت ہے اور جب چاہا اپنی قدرت کاملہ کا اظہار بھی فرمایا مثلاً حضرت عیسیٰؑ کو کلام کرنے کی قدرت دی جبکہ ابھی وہ نوزائیدہ بچے تھے آپؑ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اپنی والدہ کے لئے کسی بھی بہتان کی برات فرمائی شریعت کے احکام بیان فرمائے حالانکہ وہ ابھی ایک دو دن کے بچے تھے۔

عام انسانوں میں روح کا مختلف شکلوں میں تبدیل ہونا انسانی کردار سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بلوغت کے بعد ہوتا ہے جب اس پر شریعت کے احکام وارد ہوتے ہیں اس کی بنیاد ایمان ہے اور ایمان کے ساتھ اعمال ہیں، انسان جب بالغ ہو جائے تو اس پر ایمان لانا ضروری ہو جاتا ہے اتباع شریعت لازمی ہو جاتی ہے۔ اگر ایمان ہو اعمال نہ ہوں

تو اسکی روح کی شکل حلال جانور کی رہتی ہے وہ پھر انسانی درجے پر نہیں رہتا کہ اس کے اعمال اس درجے کے نہیں ہوتے۔ اعمال بھی خراب ہوں اور ایمان بھی جاتا رہے تو شکل کسی حرام یا موذی جانور کی سی ہو جاتی ہے جس جانور کے ساتھ اسکی عادتیں ملتی ہوں۔ ہمارے سلسلے میں رویت اشکال کا مراقبہ کروایا جاتا تھا بعد میں حضرتؒ نے خود ہی ترک کر دیا کہ اس سے لوگوں میں خرابیاں پیدا ہونا شروع ہو گئیں رویت اشکال میں ہوتا یہ تھا کہ بندے کو احدیت پر لے گئے پھر اسے نیچے لا کر شہر کے اوپر کھڑا کر دیا اور القاء کر کے کہا کہ اب شہر میں دیکھو لوگوں کی شکلیں کیا ہیں؟ تو جس طرح کے موذی جانوروں کی عادتیں بندوں میں ہوتی ہیں ویسی ہی ان کی ارواح کی شکل نظر آتی ہے جیسے شراب خور عموماً خنزیر کی شکل میں نظر آتے تھے اور دوسروں کی ایذا پہنچانے کے درپے رہنے والے اور منصوبے بنانے والے عموماً سانپ کی شکل میں نظر آتے اس طرح جس کی شکل حلال جانور پر نظر آتی ہے اس کا اندازہ ہوتا تھا کہ اس میں ایمان باقی ہے ایمان باقی ہو تو نجات کی امید ہوتی ہے۔ لیکن یہ سب تغیرات تب ہوتے ہیں جب بدن بالغ ہو۔ حضرتؒ نے رویت اشکال کا مراقبہ خود ہی ترک اس لئے کروا دیا کہ اس سے نقصان کا اندیشہ تھا حضرتؒ نے تین مراقبات کروانے چھوڑ دیے جب جماعت زیادہ پھیل گئی۔

ایک رویت اشکال دوسرا مراقبہ موتوا قبل ان تموتو جس میں موت اس کی منازل، احوال قبر، قیام حشر اور قیامت کے دن کا سارا منظر سامنے آجاتا تھا اور تیسرا مراقبہ نباتات و جمادات اور قیامت کے دن کا سارا منظر سامنے آجاتا تھا اور تیسرا مراقبہ نباتات و جمادات سے بات کرانے کا جس کا نام بھی یاد نہیں رہا کہ مدت ہوئی چھوڑ دیا تو حضرتؒ کو "مجتہد فی التصوف" کہتے ہیں اس لئے کہ آپؒ نے اجتہاد کر کے بہت سی ایسی چیزوں کو سلوک کے کورس سے حذف کر دیا جس کی زمانے میں استعداد و برداشت نہ تھی۔

دراصل کشف و مشاہدے کا مقصد دین میں مزید پختگی اور یقین کا حاصل ہونا ہے زندگی بھر ذکر کرنا مراقبات و منازل کا نصیب ہونا اس لئے ہے کہ کردار کی اصلاح ہو لیکن مراقبات و منازل کے ساتھ کسی کو اگر کشف بھی ہو تو اسے اس کو برداشت کرنا اور اس کا ہدایت پر رہنا مشکل بھی ہو جاتا ہے اور وہ بڑی مصیبت میں بھی گرفتار ہو جاتا ہے اس لئے کہ شیطان ولی کے کشف و کرامت میں مداخلت کرتا ہے شیطان اس میں بے شمار چیزوں کی آمیزش کر دیتا ہے اور انسان اکثر دھوکہ کھا جاتا ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ مجھے یاد ہے۔ مراقبہ عبودیت میں پڑھی جانے والی ایک آیت کریمہ تھی جو مشائخ سے چلی آرہی تھی وہ آیت سجدہ بھی تھی اور مراقبہ کی تسبیح بھی تھی ظاہر ہے جب اسکی تلاوت کی جاتی تو تلاوت سننے والوں پر سجدہ واجب ہو جاتا تو سوال یہ پیدا ہوا کہ جو شخص ذکر کروا رہا ہے وہ تو جانتا ہے کہ یہ آیت سجدہ ہے باقی تمام سننے والے حافظ قرآن تو نہیں ہیں کہ انہیں پتہ چل جائے کہ یہ آیت سجدہ ہے اور سننے سے ان پر سجدہ واجب بھی ہو گا تو اس کا کیا کیا جائے تب حضرتؒ حکیم فضل کریم صاحب کے ہاں چکوال تشریف لائے ہوئے تھے اور ان کے وسیع و عریض گھر میں بہت سے احباب ٹھہرے ہوئے تھے جبکہ انکے اہلخانہ کسی اور گھر میں رہتے تھے وہاں حضرتؒ نے ایک ساتھی سے جس کے مشاہدات بہت اچھے تھے فرمایا کہ مشائخ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کرو کہ جو تسبیحات ہمیں مشائخ نے تعلیم فرمائی ہیں انہیں بدلنا ہمارے بس میں نہیں ہم تو وہی پڑھتے ہیں تو حضرت سے پوچھ لو تو اس ساتھی نے کہا کہ حضرت فرما رہے ہیں یہ آیت کریمہ پڑھا کرو والنجم والشجر یسجدن (الرحمٰن آیت ٦) اس پر سجدہ واجب نہیں ہوتا اور اس آیت کو مراقبہ کی تسبیح بنا دیا تب سے اب تک ہم وہی دہرا رہے ہیں جب بھی مراقبہ عبودیت ہوتا ہے یہی تسبیح

دہرائی جاتی ہے لیکن جس بندے نے مشائخ سے پوچھ کر بتایا تھا وہ بندہ مرتد ہو کر مرا اسے اپنے مشاہدات میں غلطیاں لگیں اس نے خود اندازے لگائے اور خود برائی کا شکار ہو کر مرتد بالتصوف ہو کر مرا خود وہ محروم ہو کر مرا اور سلسلے میں اس مراقبہ میں یہ آیت کریمہ پڑھنا قیامت تک چلتا رہے گا لہٰذا شیطان سے حفاظت کے لئے ذکر الٰہی پر دوام اور تمام سلوک کا حاصل اتباع سنت ﷺ پر مداومت ہے اسی پر کاربند رہا جائے اور اتباع شریعت اخلاص کے ساتھ حاصل رہے مرکز و محور ذات باری تعالیٰ رہے اسی کی طلب اس پر محنت مقصود ہے۔ اب رہ گئی یہ بات کہ بلوغت سے پہلے روح کی شکل میں تغیر آتا ہے تو اس کی وضاحت یہی ہے کہ جب بدن بالغ ہوتا ہے تب انسان مکلف ہوتا ہے لیکن جو بچے کفار کے نابالغ مرجاتے ہیں اُن کے بارے علماء کی دو آراء ہیں بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ جو بچے پیدا تو کافروں کے ہاں ہوئے اور بلوغت سے پہلے مر گئے وہ ایمان لانے کے مکلف نہیں تھے تو اللہ انہیں دوزخ میں نہیں بھیجے گا لیکن وہ جنت کے مالک نہیں ہوں گے اس لئے کہ وہ نہ ایمان لائے نہ کوئی عمل کیا لہٰذا انہیں جنت کے غلمان میں شامل کر لیا جائے گا دوسری رائے یہ ہے کہ محشر میں ان کے سامنے آگ پیش کی جائے گی انہیں حکم دیا جائے گا کہ اس میں چھلانگ لگا دو بظاہر تو وہ آگ ہو گی لیکن اس کے پیچھے جنت ہو گی جو چھلانگ لگائے گا وہ جنت میں پہنچ جائے گا اور جو نہیں لگائے گا اور بہانے کرے گا کہ وہ تو ابھی بالغ ہی نہیں ہوا تھا اُسے آگ میں کودنے کا حکم کیوں دیا جا رہا اور یہ بات ماننا اس کے لئے مشکل ہے تو اس کے لئے فیصلہ ہو جائے گا کہ وہ جہنم ہی جائے گا کہ جب اللہ کریم کے روبرو اسکی اطاعت نہیں کی جا رہی تو پھر وہ دنیا میں جا کر اللہ کے نبی علیہ السلام کی بات سن کر کب ماننا۔ حق یہ ہے کہ دونوں چیزیں ہوں گی کچھ ایسے خوش نصیب ہوں گے جنہیں غلمان میں شامل کر لیا جائے گا کچھ ایسے ہوں گے جن کے اندر یہ خواہش ہو گی کہ وہ آزمائے جاتے تو اللہ چونکہ دلوں کے بھید جانتا ہے اس لئے جن کا مزاج تسلیم کرنے کا ہو گا وہ جنت میں چلے جائیں گے اور جن کے مزاج میں سوال ہو گا کہ ان پر تو آزمائش آئی ہی نہیں اور ان کا فیصلہ کیسے ہو رہا ہے انہیں آزمائش سے دوچار کر دیا جائے گا۔

بہر حال روح نہ جوان ہوتی ہے نہ بوڑھی ایمان اور اعمال صالحہ سے روح طاقتور ہوتی ہے خواہ جسم بوڑھا ہو جائے اور ایمان نہ ہو تو خواہ جسم مضبوط توانا ہو روح کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا ہے اسی لئے ایسے لوگوں کو جو بظاہر حیات دنیوی گزارتے ہیں قرآن حکیم نے مردہ کہا ہے کہ آپ ﷺ سے اُن کو فائدہ نہیں ہو گا جو کفر پر ہی اڑے رہے اور کفر کے باعث ان کی ارواح میں زندگی نہ آئی۔

سوال اگر انسان کی روح کی شکل حلال جانور میں تبدیل ہو جائے تو کیا اس حالت میں خاتمہ ایمان پر ہو سکتا ہے؟ اور ذکر الٰہی سے کثرت میں روح حیوانی سے انسانی شکل میں آجاتی ہے؟ کیا حرام جانور کی شکل سے دوبارہ انسانی شکل میں روح آجاتی ہے؟

جواب۔ ایمان ہمیں موروثی طور پر مل جاتا ہے جس گھر میں پیدا ہوتے ہیں وہاں ہمیں ساتھ اسلام بھی وراثتاً مل جاتا ہے اللہ کا احسان ہے پھر یہ ایمان کسی درجے میں بھی رہے اور یقین کمزور ہو جائے تو روح کی شکل حیوانی ہو جاتی ہے لیکن ہوتی حلال جانور کی شکل پر ہے حلال جانور کی شکل پر روح کا ہونا ایمان اور کمزور اعمال کی دلیل ہے لہٰذا مومن کی شکل اسکے اعمال کی کمی کی وجہ سے، گناہوں کی وجہ سے، اتباع شریعت نہ ہونے کی وجہ سے بدل جائے تو حلال جانور کی شکل پر ہوتی ہے اور برزخ میں قبور میں بعض اوقات ارواح اسی طرح نظر آتی ہیں اور وہ لوگ صاحب نجات ہوتے ہیں۔ دنیاوی زندگی میں بھی رویت اشکال میں دیکھا جائے تو زندہ لوگوں کی روحیں بھی حلال جانوروں کی

شکل میں نظر آتی ہیں اگر اسی حالت میں موت آ جائے تو نجات کی امید ہوتی ہے کیونکہ ان میں کسی نہ کسی درجے پر ایمان موجود ہوتا ہے۔ خدانخواستہ ایمان نہ رہے تو شکل حلال جانور کی نہیں رہتی۔

ذکر الٰہی کی بنیاد ہی ایمان ویقین پر ہے ایمان اگر کامل درجے کا نصیب ہو تو خود بخود بغیر ذکر الٰہی کیے بندہ رہ ہی نہیں سکتا اس کے وجود میں ذکر کی طلب پیدا ہو جاتی ہے یہ ایمان کا ثمر ہے اور جو پھل ہوتا ہے وہ بیج بھی ہوتا ہے یہ بیج کسی غیر مسلم کے دل کی زمین میں بھی بو دیا جائے کسی غیر مسلم کو یہ کہہ کر ذکر کرا دیں کہ اس کے کرنے سے اس کے دل کی بیماری ختم ہو جائے گی اس کے پھیپھڑے درست ہو جائیں گے اور اگر وہ مسلسل ذکر کرتا رہے تو چونکہ یہ بیج بھی ہے تو وہ شخص رفتہ رفتہ ایمان قبول کر لیتا ہے اور یہ تجربہ ہم نے کسی مرتبہ کیا ہے۔ کفر کے بھی کئی درجے ہیں آخری درجے کے کافروں پر بھی یہ تجربہ کیا ہے کہ وہ ذکر کرتے رہے اور پھر بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ حضرتؒ کے زمانے سے لیکر اب تک کسی آنے والے سے کوئی سوال نہیں کیا جاتا۔ یہاں مختلف الخیال لوگ آتے ہیں ہم کسی سے بحث نہیں کرتے۔ بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث اور مختلف مسالک کے لوگ آتے ہیں ہم کسی سے اس کے مسلک پر بات نہیں کرتے ساری توجہ ذکر الٰہی پر رکھتے ہیں۔ ذکر الٰہی خود اس کے دل میں ایک آرزو پیدا کرتا ہے کہ اس کے خیالات ونظریات کیا ہیں اور اسے کہاں اپنی اصلاح کرنی ہے پھر وہ خود اپنی اصلاح کرنے لگتا ہے اور سب ہی فرقہ پرستی چھوڑ کر سیدھے سادھے مسلمان ہو جاتے ہیں اس لئے کہ اسلام تو سیدھا اور آسان سا مذہب ہے فرقہ بندیاں تو بعد میں بنیں۔

سچے اور کھرے دین پر عقل وشعور، فکر ونظر، قلب وباطن کا جم جانا ہی ذکر کی برکت ہے اور اگر کسی کا لطیفہ قلب روشن ہو جائے تو روح کی شکل انسانی ہو جاتی ہے اور ہمارے نسبت اویسیہ میں بحمد للہ یہ برکت ہے کہ ایک توجہ سے سارے لطائف روشن ہو جاتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ کس میں کتنی روشنی قبول کرنے کی استعداد ہے اور پھر اسے کتنی محنت کر کے بڑھاتا ہے لہٰذا جب بھی ذکر نصیب ہو روح کی شکل بدل جاتی ہے۔ ذکر الٰہی اتنی عظیم دولت ہے کہ انسانی روح کو انسانی شکل میں لانا اس کا خاصہ ہے خواہ وہ انسان پہلے کتنی ہی گمراہی میں رہ کر اپنی روح کی شکل کو مسخ کر چکا ہو۔ اہل اللہ کی صحبت اور انکی توجہ سے یہ کام لمحوں میں ہو جاتے ہیں پھر اس انسانی شکل کو سنبھالنے کا کام رہ جاتا ہے جو از حد اہمیت کا حامل ہے۔ یہ کام مستقل مزاجی سے ذکر الٰہی قائم کرنے اور محاسبہ ذات کرتے ہوئے اپنی توجہ محض رضائے الٰہی پر رکھنے سے ہی بنا رہتا ہے۔ ورنہ تاریخ تصوف میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں جو اس راہ کی نزاکتوں کی وضاحت کرتے ہیں۔

حضرتؒ کے زمانے میں چکڑالہ اور گردونواح کے علاقے میں گاڑیاں نہیں ہوتی تھیں اور بسیں بھی کم ہوتی تھیں اکثر سفر پیدل ہوتے تھے حضرتؒ ونہ شاہ بلاول تک پیدل آتے وہاں سے بس پر بیٹھتے سفر کرتے واپس وہیں سے پیدل چکڑالہ جاتے تھے حضرتؒ کے ایک ساتھی قاضی صاحب تھے انہوں نے ایک گھوڑی رکھی ہوئی تھی وہ کوشش کرتے تھے کہ جب بھی حضرتؒ نے کہیں جانا ہو تو انکی گھوڑی حاضر رہے اور حضرتؒ نے جب واپس آنا ہو تو وہ گھوڑی لیکر وہاں پہنچ جاتے تھے لیکن ہر بار ایسا نہیں ہوتا تھا کبھی انہیں حضرتؒ کے سفر کی اطلاع نہیں بھی ہوتی تھی حضرتؒ کے پروگرام ہی ایسے ہوتے تھے اور وہ اکثر سفر پر رہتے تھے۔ حضرتؒ کی عادت تھی کہ پیدل چلتے ہوئے وہ چھوٹا قدم لیتے لیکن بہت تیز چلتے تھے اور ساتھی عموماً پچاس ساٹھ گز پیچھے رہ جاتے تھے اور کوشش کر کے ساتھ چلتے اسی طرح کے ایک سفر میں حضرتؒ کے ساتھ میں بھی تھا اور جب ساتھی پیچھے رہ گئے تو حضرتؒ فرمانے لگے کہ مکاشفات اللہ کا انعام ہیں مگر ان کی اپنی

نزاکتیں بھی ہیں فرمایا کہ ایک مسئلہ انہوں نے برزخ میں کسی بزرگ سے حل کروایا تھا ان کی کتاب میں لکھا دیکھا تو اشکال پیدا ہوا معاملے کی تہ تک پہنچنے کے لئے برزخ میں اُن سے کلام کرنا چاہی اور قاضی صاحب سے فرمایا کہ چلیں ان سے بات کریں لیکن عجیب بات یہ تھی کہ وہ تو عذاب میں مبتلا تھے اور فرشتے انہیں مار رہے تھے وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور ان پر مسلسل عذاب ہو رہا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ علماء وصوفیا میں ان کا نام بہت معروف تھا۔ حضرتؒ فرمانے لگے کہ اس وقت اُن کے اپنے مراقبات عرشوں کے ابتدائی منازل کے تھے انہوں نے اور قاضی صاحب نے کہا کہ ان پر انوارات القاء کرتے ہیں تا کہ ان کی جان چھوٹے اور پھر وہ کرتے رہے لیکن کوئی فرق نہ پڑا پھر سوچا کہ بارگاہ نبوت میں عرض کرتے ہیں فرمانے لگے ہم بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے ہم نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی حضور ﷺ انہوں نے دین کی خدمت میں بہت محنت ومجاہدہ کیا تفسیر حدیث وفقہ میں بے مثل عالم تھے ان کی کتب آج تک لوگوں کی رہنمائی کر رہی ہیں علمائے تصوف میں بھی خاص مقام رکھتے تھے پتہ نہیں کس جرم میں پکڑے گئے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ہماری گزارش سنی اور آپ ﷺ نے اپنی نگاہ کرم ان کی طرف اٹھائی تو نگاہ پاک کی برکت سے انکی زنجیریں خود بخود ٹوٹ کر گرنے لگیں فرشتے عذاب دینے سے رک گئے اور چھوڑ گئے اور انکی شکل رفتہ رفتہ تبدیل ہونے لگی پہلے ڈراؤنی شکل تھی پھر لمحوں میں تبدیل ہو کر انسانی شکل ہو گئی پھر اُن سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا جی تو چاہتا ہے کہ آپکے اس احسان کے شکریے میں کھڑا ہو کر استقبال کروں لیکن صدیوں عذاب میں گزارنے کے بعد اٹھنے کی ہمت نہیں رہی حضرتؒ فرماتے ہیں کہ پھر انہوں نے قاضی صاحب سے کہا کہ انہیں ذکر کرائیں پھر حضرتؒ نے اُس بزرگ کو مراقبات کروائے احدیت' معیت' اقربیت' سیر کعبہ اور فنافی الرسول پر جب پہنچے تو فرمانے لگے کہ بس یہی میرے لئے کافی ہے میں یہاں پہنچ گیا بس مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ میں نے بہت منازل بھی دیکھے اور نزاکت کا احساس نہ کر کے اس کا نتیجہ بھی بھگت لیا یہ اللہ کا بڑا احسان ہے کہ میں کہاں پہنچ گیا تھا اور کہاں سے کہاں آ گیا ہوں بس آپ مجھے یہیں تک رہنے دیں۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ نے دو جوڑے اعلیٰ لباس منگوائے خوبصورت قیمتی جنتی لباس ایک جوڑا اُن بزرگ کو مرحمت فرمایا اور ایک جوڑا حضرتؒ کو عطا فرمایا کہ یہ اُن کے لئے ہے آخر انہیں بھی یہیں آنا ہے۔ یہ پورا قصہ حضرتؒ نے مجھ سے خود بیان فرمایا تو میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ انہوں نے آخر ایسا کیا کام کیا تھا؟ صوفیا میں بھی ان کا نام چوٹی کے اکابرین میں آتا ہے اور علماء ظواہر میں بھی انکی مثال نہیں ملتی تو میں نے حضرتؒ سے ڈرتے ڈرتے پوچھ ہی لیا کہ ان سے کیا غلطی ہوئی تھی؟ حضرتؒ نے فرمایا اُن کے مشاہدات بہت تیز تھے ساری زندگی انہوں نے عجیب چیزیں دیکھیں بھی اور ان کے بارے کتابیں بھی لکھیں میں ان کی کتابوں کے نام نہیں لیتا کہ مصنف کی کتاب کا نام لینا یا مصنف کا نام لینا ایک ہی بات ہے بہر حال انکی کتب بہت معروف ہیں اور سلسلہ عالیہ کی لائبریری میں موجود بھی ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا جو سوال تمہارے ذہن میں آیا وہی سوال میرے ذہن میں کھٹکتا رہا تو میں نے اُن سے پوچھا حضرت ہوا کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ انہیں بہت عرصہ کشف ہوتا رہا اور انہیں اپنے کشف پر بہت زیادہ اعتماد ہو گیا موت کے وقت ان کے سامنے ایک روشن راستہ کھل گیا اس کے ساتھ ایک اور راستہ بھی کھلا دونوں راستے قرآن وسنت کے تھے کہ انہوں نے تفسیر حدیث اور فقہ میں بہت کام کیا تھا تو اللہ نے دونوں راستے کھول دیئے دفعتاً انہیں ایک تیسرا راستہ بھی دکھائی دیا اور اپنے کشف

پر اعتماد کرتے ہوئے انہوں نے تیسرے راستے پر قدم اٹھانے کا ارادہ کر لیا اور قدم اٹھایا لیکن رکھا نہیں فرماتے ہیں کہ صرف قدم اٹھانے پر ہی اور ارادہ کرنے پر ان کے سارے منازل سلب ہو گئے اور صرف ایمان بچا اور انہیں بتایا گیا کہ اگر اس راستے پر قدم رکھ دیتے تو پھر ایمان بھی چلا جاتا وہ راستہ شیطان نے بنا دیا تھا جو خوبصورت نہیں تھا لیکن کشف پر ضرورت سے زائد اعتماد کے باعث وہ خوبصورت نظر آیا انہیں بتایا گیا کہ اُن کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے کشف پر اعتماد کیا جبکہ اس میں شیطان کی آمیزش ہو سکتی ہے پھر اس راستے پر چلنے کا ارادہ کیا۔ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ ان کے لطائف تک سلب ہو گئے اور وہ صدیوں اس جرم کی پاداش میں عذاب سے گزرتے رہے پھر اللہ کریم نے رحم فرمایا اور حضرتؒ کو بخشش کا سبب بنایا۔

مکاشفات ومشاہدات کا شوق تو اکثر لوگوں کو ہوتا ہے اس کے خطرات بھی بہت ہوتے ہیں۔ یاد رکھیں! ذکر کسی مکاشفے مجاہدے کے لئے نہیں کیا جاتا ہم اپنی نجات اخروی اور اللہ کی رضا کے حصول کے لئے ذکر کرتے ہیں لہٰذا نگاہ اپنی اصلاح پر رہنی چاہیے اور اس بات پر رہنی چاہیے کہ مجھے ذکر کے طفیل کتنی برکات اور توفیق عمل نصیب ہو رہی ہے۔

میرے خیال میں میری اس وضاحت میں آپکے تمام سوالوں کے جواب آگئے رہ گیا یہ سوال کہ ذکر الٰہی کے بعد کتنی مدت میں روح انسانی شکل اختیار کرتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کیلئے مدت کی ضرورت نہیں یہ کام ایک لمحے میں ہو جاتا ہے اگر اللہ چاہے اس لئے کہ یہ کام ہوتا ہی انوارات وتجلیات باری سے ہے اور اللہ کریم کی قدرت کو ظہور پذیر ہونے کے لئے کسی مدت کی کوئی شرط نہیں ایک لمحے کا کام ہے ہو جاتا ہے۔

سوال جب انسان فوت ہوتا ہے تو اسکی روح قبر میں اس دنیا والی شکل میں عذاب وثواب سے گزرتی ہے پھر جب قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو کیا اسی صورت پر ہوں گے یا دوسری کسی صورت پر؟

جواب۔ قبر میں روح کی شکل وہی ہوتی ہے جو اسکے اعمال کی وجہ سے دنیا میں ہوتی ہے۔ جن کو عذاب ہوتا ہے ان کی نہ صرف روح کی شکل مسخ ہو جاتی ہے بلکہ ان کے وجود کی شکلیں بھی مسخ ہو جاتی ہیں اور یہ بات حدیث شریف میں موجود ہے کہ کوئی شخص انسانی شکل میں دوزخ میں نہیں جائے گا اس لئے کہ انبیاء کرام اور خود نبی کریم ﷺ کا رخ انور اور پر نور چہرہ انسانی شکل میں ہے لہٰذا کوئی جہنمی جہنم میں انسانی شکل میں نہیں جائے گا وجود کی شکل خنزیر بندر جیسی ہوگی اور احساسات انسانی ہوں گے بات سنیں گے بات کریں گے لیکن شکلیں انسانی نہیں ہوں گی اسی طرح میدان حشر میں جب پیش ہوں گے تو بھی وہی شکل ہوگی جس شکل میں عذاب ہونا ہوگا۔

جن کی نجات ہوئی ہے ان کے چہرے انسانی شکل میں اور روشن ہوں گے دراصل جتنے جتنے کسی کے درجات بلند ہوتے ہیں اتنا اتنا روح میں حسن آتا جاتا ہے چہرہ پُر جمال اور خوبصورت ہوتا ہے اسی لئے اہل جنت پر کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا وہ خوبصورت اور جوان ہوں گے جنت کی حوروں کے بارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک حور اگر اپنی ہتھیلی آسمان سے ظاہر کر دے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے گی اگر اتنا حسن جنت کی خادماؤں کو عطا ہوگا تو مسلمان عورتوں اور مسلمان مردوں کو جنہیں اللہ جنت کا مالک بنائے گا ان کے حسن کا کیا عالم ہوگا!

ان تمام سوالوں کا جواب پہلے بیان کیے گئے واقعہ میں آچکا ہے ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ذکر کے حاصل پر اسکے ثمرات پر اس کے نتیجے پر توجہ رہے کہ ہمارے ایمان میں ذکر سے کتنی قوت آئی ہے جتنی قوت ایمان ویقین میں آتی ہے اتنی اصلاح کردار وعمل کی ہوتی جاتی ہے اور اگر ایمان میں قوت نہ ہو اور بندہ نمازیں پڑھے روزے رکھے حج

دکھاوے کرے تو وہ دکھاوا اور منافقت بن جاتی ہے اس کا پتہ اس طرح چلتا ہے کہ ان نیک اعمال کے انجام دینے سے بجائے سدھار کے انتشار پیدا ہوتا ہے جو اعمال ایمان ویقین کے نتیجے میں کیے جاتے ہیں ان میں خلوص اور للہیت ہوتی ہے وہ ترقی درجات کا سبب بنتے ہیں ورنہ منافقین نے بھی نبی کریم ﷺ کا مبارک زمانہ پایا آپ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھیں آپ ﷺ کے ساتھ سفر و حضر میں رہے لیکن نفاق کی وجہ سے محروم رہے نفاق یہ ہے کہ جب ہم اعمال کریں تو ان میں نیت رضائے الٰہی کی نہ ہو رضائے الٰہی کی طلب ہی نہ ہو بلکہ یہ خواہش رہے کہ شہرت ہو جائے بزرگ بن جائیں لوگ آگے پیچھے پھریں اپنی بڑائی کا خیال رہے لہذا ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں اپنے بارے میں اندازہ لگائیں اور دوسروں کے بارے اندازے لگانے میں اپنا وقت برباد نہ کریں اپنا جائزہ لیں کہ ہم میں کتنا خلوص کتنی طلب الٰہی پیدا ہوئی ہے اعمال نیک کرتے ہوئے ہمیں اپنی آخرت کا احساس ہے یا لوگوں میں اپنی اہمیت کا احساس ہے اگر یہ شعور بیدار ہو رہا ہے تو پھر مشاہدات نہ بھی ہوں کہ مشاہدات ضروری نہیں ہیں وہ تو ہر مرنے والے کو عند الموت ہو جاتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ جب دنیا سے آنکھ بند ہو کر اخروی زندگی میں آنکھ کھلے تو دیکھنے کو اچھا منظر ملے اللہ کی رضا اور نبی کریم ﷺ کا کرم ملے۔

ضرورت کمپیوٹر آپریٹر، آفس بوائے، ڈرائیور

تجربہ کار کمپیوٹر آپریٹر 1
آفس بوائے 1
ڈرائیور (لائسنس ہولڈر) 1

رابطہ:- رحمت اللہ اینڈ کمپنی
6-مزنگ اڈا۔ لاہور
فون 042-7310974-5

"حضرت جی مدظلہ کے حضور"

میں دکھیاری، جنم بچاری
پل پل تیری، ہر پل تیری
صدیوں پیچھے، صدیوں آگے
جھلجھل تیری، جھلجھل تیری
نین کٹورے، مست لٹورے
بستی ہے یہ سانول تیری
آنکھیں گوہر، پلکیں کرنیں
ہر اک شے ہے، کومل تیری
چشم تصور تھک تھک جائے
سیرت صورت، اکمل تیری
میرا تو کچھ دوش نہیں ہے
آخر تیری، اول تیری
داخل میں طوفان بپا ہے
خارج میں ہے ہلچل تیری

☆..........محمد منیر ایاز، خوشاب

ضرورت رشتہ

جنس_لڑکی، عمر___25 سال
تعلیم______ایم بی اے
خوبصورت، خوب سیرت، باپردہ، ذاکرہ
رہائش_لاہور، فیملی___شیخ
برسر روزگار______ٹیچر
ہم پلہ رشتہ درکار ہے، ذات کی قید نہیں۔
سلسلہ عالیہ کا ساتھی ہونا شرط ہے۔
برائے رابطہ 0321-4112506

سالانہ پروگرام سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

1428 / 1429 ہجری بمطابق 2008ء

تاریخ	تاریخ قمری	ایام	تفصیل	کیفیت
5-6 جنوری	26-27 ذوالحجہ	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
2-3 فروری	25-26 محرم الحرام	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل 3 فروری
1-2 مارچ	23-24 صفر المظفر	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
5-6 اپریل	28-29 ربیع الاول	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
3-4 مئی	27-28 ربیع الثانی	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل 04 مئی
7-8 جون	3-4 جمادی الاول	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
04 جولائی تا	30 جمادی الثانی تا	جمعۃ المبارک	سالانہ اجتماع	
10 اگست	7 شعبان المعظم	اتوار	سالانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل 3 اگست
21 ستمبر تا 01 اکتوبر	20-29 رمضان المبارک	اتوار/سوموار	اعتکاف	
1-2 نومبر	2-3 ذوالقعدہ	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل 2 نومبر
6-7 دسمبر	7-8 ذوالحجہ	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	

ہدایات: ماہانہ اجتماع میں احباب بروز ہفتہ قبل از مغرب پہنچ جایا کریں۔ موسم کے مطابق اپنا بستر ہمراہ لائیں۔ انتظام و انصرام بذمہ مقامی صاحب مجاز

دستخط حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی: ____________

I went to the Police Station and told them the owner had returned and they should return the earrings. The officer in charge said, "Their owner came to us last night and has already taken his earrings." I returned to my room and wondered about the whole incident. Till yesterday, everyone, including myself, wasn't willing to even touch the earrings, but today all of us are trying to grab them. What could be the reason for such a big change? I thought hard and suddenly remembered that yesterday was the last day of the 11th Century and today is the first day of the 12th Century, and the change of century affects human thought and conduct so much!'

That was the beginning of the 12th Century. Now, even the 13th and 14th Centuries have passed and we have spent a quarter of the 15th Century also. What would be the state of our thought and conduct now? Then, in this time of turmoil and commotion, if one gets an access to the Holy Prophet[saws], can he think of any greater blessing? And if he leaves this, then what is left with him?

My brother, my prayer is that anyone who comes here should be blessed with spiritual Bai'at. He should get a share from **Allah**'s Mercy, should be blessed with the Nearness of **Allah**, should become a Mujahid of Islam and a Ghazi, should stand fast against oppression and the implementation of Islam and **Allah** should bless him to join the Army that would participate in Ghazwa tul Hind and implement Islam in the sub-continent. My prayer is this, but everyone must also try to protect himself. I can make mistakes and so can you. Making an occasional mistake is not against Wilayah, but insistence on sins and making it a profession is certainly against Wilayah. The greatest advantage of Bai'at is that, if one makes a mistake, the feeling of loss does not let him rest till he repents. This is meant by '*Allah's Hand is on their hands.*' Man can never become an angel, but he does get **Allah**'s Protection. It shall remain with him as long as he remains humble and humane, and retains the realization that he is weak and helpless and requires **Allah**'s Help. But, if God forbid, he falls prey to the thought of his own greatness, then he neither retains **Allah**'s Help nor his Bai'at. And, in my opinion, if the Bai'at is lost, nothing is left. It is not necessary that someone should curse him or that Mashaikh should do something to him. Why would someone require to pray for the death of a person who has taken poison himself? Who would take such a person to a doctor? I pray that **Allah** grants everyone the ability to realize the greatness of Bai'at, especially that of the spiritual Bai'at. Leave the critics alone; a person who can't do something will always try to criticize it. This is a matter of subtle feelings, unless they acquire them, how can they know them? According to a Persian proverb: they cannot know the taste of this wine, unless they drink it. Therefore, the objections of such critics are of no significance, but if those, who have got this blessing, also start criticizing, then it is indeed very strange and sorrowful. I pray that **Allah** protects everyone. Our duty is to invite those who are wandering astray to the door of **Allah**, and not to expel those who are there already. I don't mind whether some criticises me or appreciates, because the standard of good and bad is set by **Allah** and not by people's tongues. However, one thing is certain that the person, who criticises after taking Bai'at, doesn't retain anything. If someone desires to become a Shaikh by himself, he should separate and enrol his own students. Is it necessary that he must accuse or criticize us? Have we also criticized any one who left us? There is no need to do that. They would reap what they are sowing.

Those who left, remained as they were. Why didn't they make a Jama'at? Why couldn't they collect people? Why couldn't they conduct the meditations of their students? They knew everything, if they had the ability, they should have conducted the meditations of at least one student. Gradually, the students who had accompanied them from here started leaving one by one. This is what really happens. Realities cannot be fabricated. Great people cannot be made artificially; they are genuinely created by **Allah**.

May **Allah** protect all of us from mistrust and criticism! May **He** grant us **His** Love, love of **His** Holy Prophet[saws], service of **His** Deen and Shahadah in **His** Cause! Ameen!

also acknowledge their eminence. This outlook severs the Bai'at. Sin does not sever the Bai'at, rather one feel sorry and turns repentant. Bai'at is not severed by mistake either. It rather helps to draw Divine Protection '*Allah's Hand is on their hands*'; one regrets the mistake and repents. Man cannot become an angel; he shall ever remain a human being. An occasional lie under duress or a mistake by chance, do not nullify the Bai'at. Rather, it would help him in such situations. His conscience would prick him from inside and his Bai'at would shake him, 'what are you doing? Stop here and turn back repentant!' For such reason is the Bai'at taken, because we are not angels. But, when one starts thinking that he has become great, the Bai'at would break. Such notion of greatness, even for a single moment would break the Bai'at. When the Bai'at breaks, it takes away the pleasure of Zikr. Gradually, one leaves Zikr, then forsakes good deeds, and may **Allah** protect everyone, we have seen people finally renouncing their Faith also. Probably, not everyone may lose the Faith, but the ones we have seen leaving, lost their Faith also. If **Allah** grants you this blessing and you get spiritual Bai'at, then realize its greatness and significance, and try to preserve it even at the cost of your life. Lose your life, but don't lose your Bai'at with the Holy Prophet[SAWS]. There is only one standard for every man. No one's Kashf is a standard. The only criterion is that if you are inculcating the love for virtue and hate for evil, then you have really got the Bai'at. But, if you feel no difference and continue to like evil, rest assured that you are being deceived and someone is lying to you. However, it is well nigh impossible that someone would dare to concoct lies about **Allah**, while sitting in a mosque.

Does anyone who has been granted Bai'at pay any subscription? Is there any tax for spiritual Bai'at, that every person should pay a million so that huge funds are generated? Is there any such practice in vogue? On the other hand, no one asks here, whether someone has donated for the mess or not. **Allah** provides for everyone! May He accept from those who donate. Even those who cannot donate anything also get their food. My own nature is such that I don't care to know who pays and who doesn't. Those persons who are responsible, like Ahmad Nawaz, who is sitting in front, may know such details. I have never tried to ask, because here everyone is the same for me, all are students. If anyone contributes his share, he does so for the sake of **Allah** and **Allah** knows very well who is doing what. Why should I ask? What can I give him, it is **Allah** Who gives, and **He** knows everything.

This is the era of trials. It is the fifteenth century and each century heralds strange upheavals. For that reason, both ends of each century are occupied by great personalities, During old times there were no regular hotels. People would come and stay at the inns. Each inn had a couple of kitchenettes for the travellers and also some stables for their horses. During those days even men wore gold ornaments like big earrings. This custom was in vogue till my childhood also. One of my maternal uncles, who was later killed in war, was fond of wearing big earrings that touched his shoulders. The author of 'Kitab al-Akhlaq' has quoted an incident of the 11th and 12th centuries. He wrote, 'I visited Delhi and booked a room in one of the inns. When I closed the door, I found two big earrings hanging behind it. Probably the person who was residing earlier had hung them, but didn't remember to take them when he left. I felt concerned because it was lot of gold. I took them to the kitchenette manager and asked her if she knew who was staying in that room before me, as he had left his earrings. She replied that she didn't know because people came to her only to take food, she didn't know who was staying where. Then I took the earrings to the inn-master. He said, "I won't even touch them. It is none of my business." Then, I went to the Police Station. The officer in charge said, "Give these to the treasurer. I won't touch them. If someone comes asking about them, he would get them, else they would be deposited in Government Treasury." When I got up in the morning, I was full of remorse. I felt sorry for my foolishness as to why had I given so much gold to the Police. I should have kept it myself. None except **Allah** knew about its owner. I was still scolding myself when I heard a knock on the door. There, I found the kitchenette manager. She said, "The owner of those earrings has been traced. Please give those to me." I told her that I had given those to the Police and she should send the owner to the Police Station. When I got out, I saw the inn-master running towards me. "Where are the earrings?" he shouted. "Deposit those with me." I told him that I had given them to the Police. Then

Then there was a Manzoor Shah. He lost his way similarly and finally reached a point where he forbade his followers to greet him with 'Assalaam-o Alaikum'. "What is it that you have invented?" he would say, "It is not correct to recite the Kalimah, it is not right to recite Bismillah, and nothing is prohibited in the religion." When he was about to die, he instructed that his body be cremated. That was in the days of Ayub Khan's Martial Law. Fearing legal action, they didn't burn his body, but let him lie in the room where he had died and closed, sealed and cemented its doors. No one knows what happened then.

I was saying that one could take Apparent Bai'at whenever one likes, but it places many responsibilities on him. And when we talk of the Spiritual Bai'at, it is as much delicate and subtle, and one has to keep much regard for it. It is not correct to feel proud that it is my personal achievement or that I have become great. Nothing of the sort!

There are many friends here who would have heard the last address of Hadhrat Ji[RUA] at Langar Makhdoom. It would have been recorded and preserved. I think, someday, we should replay it for all of you. In brief, among other things, Hadhrat Ji[RUA] said, "I guess, I may not be with you here during the next convention, therefore, I am going to assign certain responsibilities. I permit Major Baig and Bunyad Hussain Shah to conduct Zikr and conduct Ahbab to the Court of the Holy Prophet[SAWS], but I don't permit them to conduct Spiritual Bai'at". Mentioning me, he said, "He will be the only one to have this permission. All Ahbab trained and prepared by Major Baig and Bunyad Hussain Shah shall have to be brought to him for Spiritual Bai'at." This cassette had been preserved and is readily available. After sometime, the desire of Sheikhdom overwhelmed them and they separated. Fine, suit yourself; however, something is certainly amiss with them. Yes, they do travel around demanding, begging and collecting offerings, charity and Zakat, the permitted and the prohibited donations, all alike. But then, is collection of donations and Zakat the real religion? Does it befit anyone who attends the Court of the Holy Prophet[SAWS] to start begging from people? This single factor is enough. When one starts spreading his hands before people, like a beggar, it should be understood that he has been turned out of that honourable place. One may remember the name of meditations. Hadhrat Ji[RUA] had taught these, therefore, these may remain in the memory, but conducting the meditations is nothing easy. All senior companions who went with them realised after sometime that the most important element was missing and they left one by one. Now if you ask a nincompoop to pose as a magician, he would also be able to attract a crowd. Ten persons may leave, two may stay and his cycle would so continue. But, it is not possible that an impostor could change hearts and reform people. It is just not possible that people are different when they come and different as they leave; their thought are purified, their conduct is reformed, and they develop the love of **Allah** and His Holy Prophet[SAWS]. Such feelings are never born of untruth. Falsehood can never bear the same fruit as truth. Mangoes will always be borne by a mango tree and grapes will never grow on cactus. How can any effect be felt unless the connection is proper, the intention is sincere and the pledge is loyally adhered to? I am not saying this for the reason that I want that you should consider me very important. My only status is that I am a servant of that Court. I shall continue to discharge the duty given to me by Hadhrat Ji[RUA] and the Mashaikh, till my last breath. I am not responsible to collect millions of disciples. My responsibility is to teach **Allah**'s Zikr to those who come to me, and if they don't listen to me, I stand absolved. My duty is to fulfil my commitment even if I am left alone. It is important to stand with truth, not with numbers. And if some asks me the truth, I really want that this multitude leaves me so that I can peacefully do **Allah**'s Zikr alone. I have no interest to sit as Peer amongst a large gathering of seekers; I do it only as my duty. Nor have I a claim to any high level of piety and virtue. I am what I am!

However, the One, Who assigns these duties, knows these matters perfectly well. The Mashaikh understand, who should be entrusted with which duty. But it is strange that some unfortunate ones cannot absorb this blessing. Instead of recognising the greatness of **Allah** and His Holy Prophet[SAWS], they are charmed by the thought of their own greatness and insist that others should

The damage of levying such accusations is that the Bai'at breaks. Connection of all Sufis or Zakirin depends upon their relationship with the Shaikh. It is just not possible that he leaves the Shaikh and is allowed direct access there. When we joined the Silsilah, Hadhrat[RUA] already had students of astounding qualities. One of them, Mihar Ali Shah would refresh his Wudhu only once in twenty-four hours. He would do his Wudhu in the morning, remain in the same Wudhu through the day, sleep in it and refresh it early in the morning. I remember the Jinns seized a man of our area. I took him to Hadhrat[RUA], where he recovered in a couple of days. Hadhrat instructed us to take him to Mihar Ali Shah and keep him there for about a month for complete recovery. Mihar Ali Shah was living in a village near Sargodha. I sent the man with his brother to him. They returned after only three days. I asked Mihar Ali Shah as to why he returned the man so quickly. He replied, "That man could not retain his Wudhu for more than fifteen minutes. He was doing Wudhu the whole while. I can't retain such a person." He had amazing Kashf; he would continue to talk to people, while disclosing his spiritual observations about Barzakh, without even closing his eyes. At times I was also present when Hadhrat[RUA] instructed him to ask something from Mashaikh. He would narrate the reply of Mashaikh, continue talking to other people and also keep looking around. How many of them have passed away; one is still alive and healthy, al-Hamd-o Lillah, and comes over occasionally to meet me. He had a friend, Ashraf who was murdered in broad daylight, but his murderer couldn't be traced. He was sleeping in the front gallery of his home during hot summer afternoon of Chakrala and had placed his loaded 303-bore rifle beside him. One of his enemies passed by. When he found him sleeping, he picked up the rifle, shot him, placed the rifle back and vanished. Till today, nobody knows who he was. Once, some friends got hold of Mihar Ali Shah and said, "One of our friends Ashraf is buried in this graveyard. We want to know about him, please tell us." He said, "There are many of them by this name. Tell me the name of his father." When they told him, he said, "You say he had died, but he was actually murdered." They said, "This is what we want to know." He said, "You want to ask about the murderer. I won't tell you, why should I?" But he had understood the whole matter.

He wrote to Hadhrat[RUA], "I hear every stone and tree calling me a Ghauth. I have become a Ghauth." Hadhrat[RUA] replied, "I am your Shaikh. I don't have the status of a peon yet. I have no spiritual rank. How has the student become a Ghauth, when the teacher is still without any spiritual rank? It is Satan who is calling you from behind the stones and trees. You would be destroyed if you believe him." He wrote back, "Hadhrat, you probably feel jealous of me. You don't seem to tolerate that one of your students has attained to such a high rank." Hadhrat replied to him, "What is the reason for me to feel jealous, you fool? Everything you have is within my control. The door of the Court that you attend or the stations that you ascend was opened by me; I can close it if I want. If the father is a labourer and his sons become generals, he would never feel jealous but would always feel happy and proud. I'm only trying to advise you." He wrote again, "Once the door of Divine Grace is opened, it can't be closed by anyone." Hadhrat replied, "Then that be it! Now I won't close it but would break it in a way that it won't be fixed till Qiyamah." It took just this one sentence to confiscate his everything. After two years he retuned with a cream colour suit in an envelope. I was also there. He fell on Hadhrat's feet and said, "I have searched every corner of Pakistan. I have been to Kashmir, Sindh and even the Northern Areas but found none who knew even the initial Three Meditations. I went in for their big names but there is really no one to guide. Forgive me for God's sake!" Hadhrat[RUA] said, "I will forgive you but the matter is with the One who has said, 'whosoever breaks the Bai'at, breaks himself.' Forgiveness is for the one who still retains something, but when nothing is left…" Then we saw him totally denying the existence of **Allah**. He would say, "Where is God? I say this stone is god, refute it if you can. I say everything is god; which god are you talking about?" He stopped differentiating between lawful and the unlawful, abandoned all worships and ultimately renounced Faith. Then he left his home, strayed in the land like mad people, and even his near ones don't know where he finally got lost and perished. This is how breakages take effect!

to the elders (Buzurg) if someone's prayers are accepted in favour of somebody and he benefits, recovers from illness or improves, even this decision had been taken at the Dawn of Time. While this may be something new for the person who has prayed or the one prayed for, this is nothing new or unknown to **Allah**. The decision about prayers has also been taken on the Dawn of Time; who would pray for whom, whose prayers would be accepted and cause someone to get healthy or be a source of deliverance for someone. Yes, man has been given one choice. Although, in actual fact, it is always the Will of **Allah** that takes effect, but it is man who makes the basic decision within himself: what do I want to do, is my decision within the perimeters of or outside **Allah**'s obedience and the Sunnah of the Holy Prophet[SAWS]? On this decision is the man assessed. **Allah**'s Help supports a man in his decision of virtue and not of vice.

There is a Hadith in al-Bukhari about the Companions of Badar. The Holy Prophet said, "Those who participated in Badar may do anything they like, from today onwards, Jannah is their lot!" Someone asked immediately, "O **Allah**'s Messenger[SAWS], even if they sin or do Kufr and Shirk?" "Do what they may!" replied the Messenger[SAWS] of **Allah**. Here a question arises that **Allah** has categorically declared that a disbeliever (Kafir) or a polytheist (Mushrik) would never be pardoned, while the Holy Prophet[SAWS] says that the Companions of Badar may do anything they like. When the scholars of Hadith discuss this point, they explain that when **Allah** destines someone for Jannah, **He** protects him from vice including Kufr and Shirk, makes the way of virtue easy for him so that he behaves like the dwellers of Jannah. This Hadith means that such people will do only those deeds that befit the dwellers of Jannah. This signifies that when **Allah** takes mercy on someone and destines him for Salvation, He grants him the capacity for such deeds that are necessary for Salvation. For that reason the Holy Prophet[SAWS] directed, "if, after me, there is difference on any issue and the whole Ummah is unanimous on one point, while a single living Companion of Badar maintains a different opinion, the whole Ummah will have to abide by his opinion. It is because he is amongst the Dwellers of Jannah, his opinion would be correct, he can't think wrong."

Similar is the case of Bai'at. When someone is granted Bai'at, he acquires some Divine Protection; *Allah's Hand is on their hands*. Then, whether anyone can himself see spiritually and perceive or not, but the Bai'at is being taken on the blessed hands of the Holy Prophet[SAWS] and this is the responsibility of the one who is conducting the Bai'at. But one thing can certainly be felt by everybody that his weakness for vice has decreased and desire for virtue has increased. No Kashf or spiritual vision is required for that.

The Jews accused Prophet Musa[AS]. It is mentioned in Commentaries of the Holy Quran that he felt upset and once prayed to **Allah** to protect him from the tongue-lashing of the Children of Israel. Almighty **Allah** replied, "I haven't restrained their tongues against Myself, how would I stop them from you? They shall certainly have to account for what they say about me and also for what they say about you. But they are free to say what they want." People slandered Hadhrat Aishah Siddiqah, the beloved wife of the Holy Prophet[SAWS], and **Allah** revealed her exoneration, which is part of the Quran forever. But, people didn't make any concessions even for someone like her. She is the only lady whose blamelessness and exoneration was stated by Almighty **Allah**, and it became part of the Holy Quran. Reader of the Quran still reads those passages of Surah Noor; the Imam leading the prayers still recites **Allah**'s Testimony, and so they shall all continue to recite till the Last Day. If such personalities can be blamed, what do we matter? Once some persons went to Hadhrat Ji[RUA] in Chakrala, blamed me and complained against me. Hadhrat Ji[RUA] gave them a brief reply. He said, "I have conducted him to the Court of the Holy Prophet[SAWS]. Whenever I go there, he accompanies me. No body can enter that holy Court carrying the burden of felony that you are charging him with. I can't believe you. Go and do what you may."

Importance of Bai'at (Oath of Allegiance)

Translated Speech
of
His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar ul Irfan, Munara, Pakistan

17th July 2002

Almighty **Allah** says, "*Those who take Oath of Allegiance with you, take Oath of Allegiance with Allah.*"

What is Bai'at? Bai'at means to sell oneself, one's thoughts and freedom. **He** said, 'they are the lucky ones that **Allah**'s Hand is on their hands and **His** Support is with them. It is so important that anyone, who breaks it, breaks and destroys himself. And anyone who remains loyal to the promise that he made with **Allah**, with reference to this oath, will soon receive immense reward from **Him**.

This Ayah was revealed about Bai'at-e Ridhwan. On that occasion, when the Makkans had blocked their way, the Holy Prophet[SAWS] demanded a Bai'at from the accompanying Companions that, if the Makkans fought them, they would never leave the field and fight back till the last man. Even if everyone were slain, the last man would still not flee and fight till his death. This was the first Bai'at for death at the blessed hands of the Holy Prophet[SAWS]. This oath enhanced the importance to an extent that the Gracious Lord said, "Those who take Oath of Allegiance with you, take Oath of Allegiance with **Allah**. **Allah**'s Hand is on their hands." As if they gave their hands in the Hand of **Allah**, *His* help is with them. Apparent Bai'at is thus taken with the Mashaikh, following this Sunnah. The Barakah can be achieved with respectful volition, even if Bai'at is not taken. One can achieve the Barakah with sound belief, true desire and pure intention. However, Bai'at can very significantly increase these Barakah. A heart to heart connection is further cemented by a handshake signifying relationship in the Name of **Allah**, multiplying the Barakah many times. But remember, one has to stand by it!

Once, a religious scholar was asking many questions from Hadhrat Ji[RUA], who finally asked, "What is the purpose of your visit here?" He replied, "I have come to take Bai'at and learn **Allah**'s Zikr. These are some of the doubts that I am trying to clarify." Hadhrat[RUA] told him, "Ask as many questions before taking Bai'at and joining the Silsilah. Once you have joined the Silsilah, there won't be any room for you to ask such questions. You shall only have to accept and obey. Therefore, ask questions, inquire, confirm, do whatever you like, but do it all before taking Bai'at, and not afterwards." Bai'at surrenders the freedom to ask questions. Asking questions to learn is different, but questions as objections are not permitted. If someone disregards the importance of Bai'at and starts criticizing, he has, as if, broken his Bai'at. A thought crossing our minds about anybody may not necessarily be correct. The person may possess that weakness but it is also possible that our assumption may be totally wrong. However, there is no doubt that a person who breaks his Bai'at will meet an inauspicious end, because this news has been given by Almighty **Allah**. *The one who breaks it breaks himself.* It is because the greatest blessing ensuing from this Bai'at is the protection of **Allah**. *Allah's Hand is on their hands*. **Allah**'s protection saves a person from mistakes, sins and evil. It does not mean that he won't fall sick or that he won't face any financial constraints or that no worldly affliction would ever touch him. The world is running according to a programmed and regulated system.

The Spirits were created before the bodies, but even before the creation of Spirits, **Allah** had apportioned the sustenance for everyone, **He** had decided about the health and disease. According

مومن ہو یا کافر شیطان سب کا دشمن ہے:

ولا تتبعوا خطوات الشیطان۔ شیطان کے نقوش قدم پر مت چلو لیکن اُس سے پہلے یہ ارشاد فرما دیا کہ حلال اور طیب کھاؤ تا کہ تم اُس سے بچ سکو' یعنی جو شخص محنت کرتا ہے' حلال طریقے سے روزی کماتا ہے' اس سے حلال رزق خرید کر کھاتا ہے اُسے طیب' پاکیزہ کر کے کھاتا ہے تو اللہ کریم اُس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ اور وہ شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے بچ جاتا ہے جو انسان کا ازلی دشمن ہے۔ انہ' لکم عدو مبین۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے مسلمان سے تو دشمنی ہے ہی' دوستی کافر سے بھی نہیں ہے۔ اس لئے یہ حکم یایھا الناس ساری اولاد آدم علیہ السلام کو دیا جا رہا ہے کہ اگر کوئی نور اسلام سے بہرہ ور نہیں ہے اور شیطان کی گود میں بیٹھا ہے لیکن اگر وہ بھی یہ کوشش کرے کہ جائز وسائل سے حلال روزی حاصل کرے اور اُسے پاکیزہ کر کے کھائے تو عین ممکن ہے کہ اللہ کریم اُسے شیطان کے چنگل سے نجات دے دیں اور اُسے نور ایمان نصیب ہو جائے۔ جو شخص پہلے سے مومن ہے' جس کے پاس نور ایمان ہے' اُس کے نور ایمان میں مزید ترقی ہو اور اللہ کریم اُسے شیطان کی پیروی سے بچا لیں اور اُسے مزید قرب الٰہی حاصل ہو۔ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے' وہ کسی کی بھی بہتری نہیں چاہتا۔

ماخوذ از ''اکرم التفاسیر''

یونیک انٹرنیشنل گارمنٹس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

یو۔کے ہوزری پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2664028 041-2665971

فہرست کتب

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

شیخ المکرم حضرت مولانا اللہ یار خانؒ

-1	تعارف (اردو)	10.00
-2	تعارف	10.00
-3	دلائل السلوک (اردو)	150.00
-4	دلائل السلوک۔ (انگریزی)	150.00
-5	حیات النبی ﷺ	30.00
-6	حیات برزخیہ (اردو)	150.00
-7	حیات برزخیہ (انگریزی)	20.00
-8	اسرار الحرمین	40.00
-9	مکتوبات	50.00
-10	علم وعرفان (اردو)	10.00
-11	علم وعرفان (انگریزی)	15.00
-12	عقائد وکمالات علمائے دیوبند	30.00
-13	سیف اویسیہ	35.00
-14	تفسیر آیات اربعہ	25.00
-15	الدین الخالص	200.00
-16	ایمان بالقرآن	80.00
-17	تحویر المسلمین من کید الکاذبین	100.00
-18	تحقیق حلال وحرام	25.00
-19	حرمت ماتم	25.00
-20	ایجاد مذہب شیعہ	30.00
-21	شکست اعدائے حسینؓ	15.00
-22	داماد علیؓ	20.00
-23	بنات رسول ﷺ	10.00
-24	الجمال والکمال	15.00
-25	نفاذ شریعت اور فقہ جعفریہ	50.00
-26	حیات طیبہ اول	600.00
-27	فقہ جعفریہ کی تاریخ	10.00
-28	عقیدہ امامت اور اسکی حقیقت	20.00
-29	شیعہ مذہب کے بنیادی اصول	15.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

-1	غبار راہ اول	150.00
-2	غبار راہ دوئم	50.00
-3	ارشاد السالکین اول	25.00
-4	ارشاد السالکین دوئم	10.00
-5	لطائف اور تزکیہ نفس	5.00
-6	دیار حبیب میں چندروز	20.00
-7	نور وبشری حقیقت	5.00
-8	حیات طیبہ (انگریزی)	15.00
-9	کنز الطالبین خاص	200.00
-10	راہی کرب وبلا	15.00
-11	عصر حاضر کا امام	10.00
-12	حضرت امیر معاویہؓ	30.00
-13	طریق نسبت اویسیہ	250.00
-14	تعلیمات وبرکات نبوت	150.00
-15	خطبات امیر	100.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی (شاعری)

-1	گرد سفر	30.00
-2	نشان منزل	60.00
-3	متاع فقیر	100.00
-4	آس جزیرہ	100.00
-5	دیدۂ تر	150.00
-6	کون سی ایسی بات ہوئی	120.00
-7	سوچ سمندر	180.00
-8	دل دروازہ	150.00

پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب

-1	انوار التنزیل	25.00
-2	چراغ مصطفوی ﷺ	30.00
-3	اطمینان قلب	50.00
-4	تصوف وتعمیر سیرت (اردو)	40.00
-5	تصوف وتعمیر سیرت (انگریزی)	40.00
-6	تجلیات	50.00
-7	کس لئے آئے تھے (اردو)	25.00
-8	کس لئے آئے تھے (انگریزی)	25.00
-9	بزم انجم	25.00
-10	کونوا عباداللہ	10.00
-11	مناقب صحابہؓ	10.00
-12	ذکر اللہ (اردو)	10.00
-13	ذکر اللہ (عربی)	10.00
-14	لغزشیں	25.00
-15	مغالطے	30.00
-16	ٹھوکریں	10.00
-17	الجھنیں	30 00
-18	قرآن حکیم اور دعوت وتبلیغ	15.00
-19	فقہ اور ہماری زندگی	15.00
-20	والناس	10.00
-21	خدایا ایں بار گرکن	20.00
-22	تصوف کی پہلی کتاب	10.00
-23	تصوف کی دوسری کتاب	15.00
-24	تصوف برائے انٹرمیڈیٹ	35.00
-25	دین ودانش	25.00
26	اسلامی تہوار	10.00
-27	مجلسیں	5.00

ادارۂ نقشبندیہ اویسیہ

-1	ہشت روزہ کورس	100.00
-2	سہ ہفتہ کورس	125.00
-3	پنج ہفتہ کورس	150.00
-4	پیشین گوئیاں	15.00
-5	لائحہ عمل (اردو)	5 .00
-6	لائحہ عمل (انگریزی)	5 00
-7	اسلام اور تہذیب جدید (اردو)	120.00
-8	اسلام اور تہذیب جدید (انگریزی)	100.00
-9	طریق السلوک فی آداب الشیوخ	300.00

ملنے کا پتہ

اویسیہ کتب خانہ، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ
جوہر ٹاؤن لاہور فون: 5182727

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن

راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق سے مسلسل

دس سال راولپنڈی بورڈ سے پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

صقارہ سائنس کالج

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

- پری کیڈٹ تا ایف ایس سی (پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)
- داخلہ ایف ایس سی پارٹ ا
- پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت

11 اگست 2008ء

طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام

ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم (صحت افزا مقام) شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع

پرنسپل لیفٹیننٹ کرنل (ر) تنویر الرحمن مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال فون نمبر 0543-562222 562200

For Feed back: siqariah@siqarahedu.com, principal@siqarahedu.com, viceprincipal@siqarahedu.com
Visit at: www.siqarahedu.com

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبدالباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255